جلد ۲ | ۲۸ نبوت ۱۳۳۲ ہش ۲۰ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۴۴

اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ربوہ میں مع اہلبیت و بزرگان سلسلہ خیریت سے ہیں۔ احباب حضور اقدس کی صحت و تندرستی اور مقاصد عالیہ میں فائز المرام ہونے کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

ربوہ سے اطلاع ملی ہے کہ مورخہ ۱۱/۵۳ء کو کراچی میں صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب سلمہ اللہ ابن سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ہاں بیٹا صاحبزادہ تولد ہوا۔ اللہ تعالیٰ نو مولود کو خاندان مقدس کا چشم و چراغ بنائے اور خدام دین بنائے۔ ادارہ کی طرف سے حضرت اقدس ایدہ اللہ اور جملہ افراد خاندان کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے۔

اُردو غیر ملکی نہیں

مسلمان ہندوستان میں وارد ہوئے تو اہالیان ملک سے گفتگو میں ہندی الفاظ استعمال کرنے لگے تا اپنا مافی الضمیر سمجھا سکیں۔ عربی اور فارسی الفاظ بھی استعمال کرتے اسی طرح انکے مخاطب بھی کرتے اس طرح تینوں زبانوں کے اختلاط سے زبان اردو معرض وجود میں آئی۔ باوجود تقسیم ملک کے اردو کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی۔ چنانچہ اعداد و شمار کے رو سے جنوری ۱۹۵۱ء میں مشرقی پنجاب میں روزنامے ۲۷ اردو میں ۲ پنجابی میں اور ایک ہندی میں اور ہفت روزہ اور ماہنامے ۵ پنجابی میں ۷۹ اردو میں شائع ہوتے تھے۔ اردو کے مخالفین بھی اردو ہی میں اسکی مخالفت کرتے ہیں۔ پبلک اور سٹیج کی یہی زبان ہے۔ دراصل ہندی یا ہندوستانی سے اردو کا سوائے رسم الخط کے بہت ہی خفیف اختلاف ہے۔ چونکہ اردو ہندوستان کی پیداوار ہے بدیسی نہیں اور اسکی ولادت اور ترقی کرنے کے علاقے سب ہندوستان ہی میں واقع ہیں۔ اسلئے اور وطن کے سپوتوں کے کندھوں پر اسکی حفاظت و ترقی کی ذمہ داری آن پڑتی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ شروع ہی سے اس وقت تک ادبیوں میں غیر مسلم افراد نے بھی مسلم افراد کی طرح بڑھ چڑھ کر اور پوری سرگرمی سے حصہ لیا ہے۔ مثلاً سنہ ۱۹۰۹ء میں پنڈت میلا رام صاحب وفا کی عمر صرف تیئیس سال کی تھی (آپ اب بھی بقید حیات ہیں بعد ازاں اخبار ویر بھارت کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں) اس وقت لاہور سے ایک ادبی رسالہ مخزن شائع ہوتا تھا جو بہترین معیاری رسالہ تھا چنانچہ مخزن کے آنریری ایڈیٹر خان بہادر (بعد ازاں سر) شیخ عبدالقادر مرحوم اور ایڈیٹر تاجور صاحب جیسے بلند پایہ ادیب تھے۔ دسمبر ۱۹۰۹ء میں وفا صاحب کی شاعری پر ایک مسلمات مطول تبصرہ ادارہ کی طرف سے کیا گیا اور اس تبصرہ میں اس نوجوان شاعر کو اقبال مرحوم اور ایک آدھ اور شاعر کے سوا سب سے بڑا شاعر قرار دیا۔ انہیں سحر طراز اور پنجاب کے لئے قابل فخر قرار دے کر ان کی سحر نگاری۔ حب وطنی۔ ذاتی وقار خشک زمین میں رنگینی پیدا کرنے۔ سنگلاخ زمین میں مطلع و مقطع کے شگفتہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ مولانا راسخ دہلوی جیسے اہل زبان اور مسلم الثبوت کا بھی مقابلۃً ذکر کیا گیا ہے۔ نہ معلوم اس کے بعد چوالیس سال میں وفا صاحب نے کیا کیا ترقی کی ہوگی۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ آسمانِ ادب اردو کے درخشاں ستاروں میں ہر مذہب و ملت کے افراد ہیں۔ اور ادب اردو کسی ایک مذہب کا اجارہ دار نہیں۔ چنانچہ ناگپور میں ۲۶ ستمبر کو بزم ادب کے جلسہ میں چیف جسٹس ناگپور مسٹر بی۔ پی سنہا نے کہا کہ اردو اور ہندی میں بہت کم اختلاف ہے اور یہ عجیب سی بات ہے کہ اردو جو اسی ملک میں پیدا ہوئی کے متعلق ہم کہیں کہ یہ ہماری زبان نہیں۔ یہ زبان اردو بہار سے شمال مغربی صوبہ سرحد تک بولی اور لکھی جاتی ہے۔ یہ کہنا کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ سراسر غلط ہے کیونکہ بہت سے ہندو اردو کے شاعر اور ادیب گزرے ہیں (بحوالہ الجمعیت ۱۰/۵۳ء ۱۶)

اسی طرح وسط اکتوبر میں دارجلنگ میں اردو کے علاقائی زبان قرار دیئے جانے کے مطالبہ کی حمایت کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے ودیارتھی نے کہا کہ یہ مطالبہ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ یہ احساس بالکل قدرتی ہے۔ کیونکہ مغل دور حکومت میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل ملاپ سے اردو کی تشکیل ہوئی۔ اردو کی ترقی دونوں فرقوں کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ پنجاب۔ دلی۔ یو۔ پی اور دوسری ریاستوں میں اکثریت اردو بولتی ہے اور لکھتی ہے۔ اور یہ زبان ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک رشتہ کا کام دیتی ہے اور اردو کو صرف اس لئے نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ وہ دائیں سے بائیں کو لکھی جاتی ہے۔ (بحوالہ الجمعیت ۱۰/۵۳ء ۱۴)

اسی طرح جناب پنڈت نہرو صاحب نے گذشتہ ماہ بمبئی کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا کہ اردو زبان نے یو۔پی میں جنم لیا اور وہ ہندوستان ہی کی زبان ہے۔ میں یو پی کا باشندہ ہوں وہیں پیدا ہوا۔ اردو زبان کی مخالفت بڑے زور سے کی جا رہی ہے۔ مخالفت کرنے والے شاید یہ نہیں جانتے کہ اردو زبان کوئی بیرونی زبان نہیں ہے اور ہم اسے ہر حال میں زندہ رکھیں گے اردو اور ہندی میں کوئی فرق نہیں ہے میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ہندی کے حامی اردو کی کیوں مخالفت کرتے ہیں یہ تو ہمارے ہی ملک کی ایک زبان ہے۔ ہمیں اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے نہ کہ اسے گھر سے نکالنا چاہیئے۔ یہ ایک ایسی زبان ہے جسے ملک کے کروڑوں انسان بولتے ہیں یہ صرف مسلمانوں کی ہی زبان نہیں بلکہ ہم سب کی مشترکہ زبان ہے (بحوالہ الجمعیت ۱۱/۵۳ء ۱۴)

حقیقتاً زبان زور اور تحکم سے نہیں بنتی بلکہ مرور زمانہ سے ان کا عروج و زوال ہوتا ہے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ زبان ہندی کو ترقی دی جائے لیکن زبردستی ہزاروں کی تعداد میں نئے الفاظ بنا دینا جن کو خود ہندی کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی نہ سمجھ سکے اسے زبان کی ترقی نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ کسی نے سپرنٹنڈنٹ پولیس کے نام خط لکھا اور وہ S. P. D. سے واپس آ گیا کہ اس نام کا یہاں کوئی شخص نہیں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ہندی میں "ادھکشک آرکشک" کہتے ہیں۔ ہندی زبان آہستہ آہستہ ترقی کر کے بام عروج پر پہنچ سکتی ہے۔ اور زبان اردو اس میں روک نہیں ہے۔ لیکن عروج پر پہنچنے سے قبل انگریزی کی جگہ صرف اردو ہی لے سکتی ہے۔ اردو نے جس قدر ترقی کی اور جس قدر ہندی انگریزی کے خلا کو پُر کرنے کے قابل رہی اس بارہ میں پٹنہ میں گورنر یوپی مسٹر کے ایم منشی نے کہا کہ جب تک انگریزی کو ختم کرنے سے پیدا شدہ خلا کو پُر کرنے کے لئے ہندی کو اس قابل نہ بنایا جائے تب تک ہندی اس کی جگہ نہیں لے سکتی سر دست اس نے اتنی ترقی نہیں کی۔ حیدرآباد میں تیس سال اردو کی سرپرستی کی گئی جس میں سالہا ہزار اصطلاحات کا ترجمہ کیا گیا۔

(بحوالہ پرتاپ ۱۱/۵۳ء ۱۱ و الجمعیت ۱۱/۵۳ء ۱۳)

ایک طبقہ بلا وجہ عربی کے موٹے موٹے الفاظ اردو میں داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح ایک طبقہ سنسکرت اور ہندی کے کٹھن الفاظ اردو میں ملانے کے لئے جتن لگاتا ہے۔ حالانکہ اس طرح اردو اردو نہیں رہتی ایک حد تک مختلف اجزاء کا امتزاج ایک مفید اور معین چیز پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ مثلاً ایک سیر پلاؤ میں اتنی مقدار میں گرم مصالح اتنی مقدار میں چاول اور اتنی مقدار میں گوشت اور گھی ہونا چاہیئے۔ لیکن ایک شخص ایک چھٹانک گرم مصالح کی بجائے ایک پاؤ ڈال دے یا کسی جزو کو بلا وجہ زیادہ کر دے تو ایسے مرکب کو خواہ پلاؤ کا نام دیدیں۔ لیکن اس کا طبعی مزہ سب کرکرا ہو جائے گا۔ یہی حال زبانوں کا ہے۔ ہر زبان پر بعض دوسری زبانیں اثر انداز ہوتی رہتی ہیں۔ اور ایک کے الفاظ دوسری میں جذب ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ باوجود انگریزوں کے اقتدار کے اردو ہندی کے بہت سے الفاظ انگریزی زبان کا دائمی جزو بن کر ان کی مستند لغات میں جگہ پا چکے ہیں۔

سر الندان۔ مسٹر تیاجی ستیا رامیہ۔ مسٹر جسٹس تیجا سنگھ۔ پرنسپل تیجا سنگھ صاحب۔ پرنسپل جودھ سنگھ صاحب اور گیانی کرتار سنگھ صاحب کی طرف یہ امر منسوب کیا جاتا ہے کہ ان کی رائے میں دیوناگری رسم الخط ہندوستان کی تمام زبانوں کے لئے اختیار کیا جائے تا کہ ہندوستان میں اس سے اتحاد و اتفاق پیدا ہو۔ جیسا کہ یورپ کی مختلف زبانوں کے رسم الخط کے ایک ہونے کی وجہ سے ان میں ایک وجہ اتحاد ہے۔ جہاں تک صرف ہندوستان کی یکجہتی کا سوال ہے۔ یہ امر قابل قدر ہے۔ لیکن اگر ہم زیادہ وسیع نظر سے کام لیں تو معلوم ہوگا کہ یورپ ایک ملک کا نام نہیں۔ متعدد ممالک بلکہ قریباً نصف کرہ ارض کا نام ہے اگر باوجود اختلاف السنہ کے انہوں نے ایک رسم الخط کے اختیار کرنے سے ایک وجہ اتحاد پیدا کر لی ہے تو کیوں نہ ہم بھی اردگرد کے ممالک کے ساتھ کسی ایک رسم الخط کے اختیار کرنے سے اتحاد پیدا کریں۔ دیوناگری رسم الخط غیر ممالک میں تو کجا اس وقت تک سارے ہندوستان میں بھی رائج نہیں۔ البتہ اردو رسم الخط کے اختیار کرنے سے ہم افغانستان۔ انڈونیشیا۔

(بقیہ صفحہ کالم ۳ دیکھئے)

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

معاندین کا غیظ و غضب اور الٰہی نصرت

(از اسسٹنٹ ایڈیٹر)

گذشتہ سال نومبر کی ہی بات ہے کہ دہلی سے ہمیں ایک بیرنگ موصول ہوا جس کے شروع میں لکھا تھا:-

"مجھے کل آپ کا بدر نظر پڑا۔ ادھر آپ ابھی تک زندہ ہیں۔ میں تو سمجھتا تھا کہ مرزا قادیانی کی موت سے آپ کی جماعت ختم ہو گئی ہوگی"۔

اس کے بعد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو دل کھول کر برا بھلا لکھا گیا۔ بفضل تعالیٰ جماعت احمدیہ علی رغم الاعداء زندہ ہے اور بدستور اپنا کام کر رہی ہے۔

چنانچہ اس قسم کا ایک اور خط ہفتہ زیر اشاعت جامع مسجد دہلی سے "امین" نامی ایک شخص کی طرف سے موصول ہوا جو بتمامہ فحش گالیوں سے پُر ہے اور لکھنے والے کے خبث باطنی کا آئینہ دار ہے۔ اگرچہ کسی مخالف کی طرف سے ایسی گالیوں کا ملنا کوئی اچنبا نہیں۔ لیکن افسوسناک امر تو یہ ہے۔ کہ یہ "نیکی" خانہ خدا میں بیٹھ کر اور اس کی طرف نسبت دے کر کی گئی ہے ؎

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت مسلمان اخلاق اور تقوےٰ سے کس قدر عاری ہو چکے ہیں حتیٰ کہ وہ مقام جس کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے کہ "ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین"۔ یہ لوگ اس مقام کی حرمت و تقدیس کا بھی پاس نہیں کرتے!!!

بہر حال گالیوں کے جواب میں تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الفاظ میں یہی جواب کافی ہے ؎

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

البتہ خط کی آخری عبارت قابلِ غور ہے فرماتے ہیں:-

"تمہیں چاہیئے کہ اپنے سچے دین کا اعلان کرو اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو صحیح راستہ جو کہ قرآن میں درج ہے اس کے ذریعہ دکھاؤ ورنہ پاکستان میں تمہاری مٹی پلید تو ہو ہی گئی ہے یاد رکھو کہ ہندوستان میں بھی ہم تمہارے پرخچے اڑا کر رکھ دیں گے"۔

خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کا نصب العین ہی دعوت الی القرآن ہے۔ اور آج روئے زمین پر اس مقدس جماعت سے بڑھ کر اور کوئی فرقہ عامل بالقرآن نظر نہیں آئیگا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا دعوےٰ قرآنی دلائل اور آثار نبویہ کے براہین پر مشتمل ہے۔ اگر اسے تسلیم نہ کیا جائے تو قرآنی تعلیم کے بیشتر حصہ کو ہاتھ سے دینا پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اسلام کی اصلی تصویر آپؑ ہی نے دکھائی۔ اور اس کے زندہ مذہب ہونے کا ثبوت آپ ہی کے دعوے سے ملتا ہے۔ تمام دنیا میں دعوت الی القرآن کا مقدس فریضہ آپ ہی کے نام لیوا ادا کر رہے ہیں۔

پھر خط لکھنے والے نے پاکستان میں جماعت احمدیہ کی مخالفت اور معاندین کے ہاتھوں بعض افراد کے دکھ اور تکلیف اٹھانے پر خوش ہو کر اسے جماعت کی ذلت پر محمول کیا ہے۔ حالانکہ نہیں دیکھتے کہ ہر زمانہ میں روحانی جماعتوں کے ساتھ مخالفین کا یہی سلوک رہا ہے۔ کیا حضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ مکی زندگی میں ایسا نمونہ نہیں ملتا۔ پھر کیا صحابہ کرام کے مخالفین سے دکھ اٹھانے پر ان کی قدر و منزلت میں کچھ فرق آیا۔ نہیں بلکہ ایسی ہی قربانیوں نے ان کی عظمت کو بڑھا دیا۔

البتہ اس وقت پاکستان میں حامیانِ دین متین کے کارنامے عدالت کے سامنے ہیں اور اخبارات میں شائع ہونے والے بیانات ان کی پوزیشن بے نقاب کر رہے ہیں۔

اگر زیادہ یقین کی ضرورت ہو تو سہ روزہ دعوت دہلی مجریہ ۱۲ نومبر سے "پاکستان میں علماء کی پوزیشن" کا نوٹ مطالعہ فرمائیں۔

باقی رہا ہندوستان میں ہمارے پرخچے اڑا دینے کا معاملہ۔ سو ہماری جماعت ان دھمکیوں سے چنداں خائف نہیں ہم جانتے ہیں کہ تکالیف و شدائد کا آنا ضروری ہے۔ ایسے ہی مواقع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا:-

"نادان مخالف خیال کرتا ہے کہ میرے مکروں اور منصوبوں سے یہ بات بگڑ جائے گی اور سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا۔ مگر یہ نادان نہیں جانتا کہ جو آسمان پر قرار پا چکا ہے زمین کی طاقت میں نہیں کہ اس کو محو کر سکے۔ میرے خدا کے آگے زمین و آسمان کانپتے ہیں۔ خدا وہی ہے جو میرے پر اپنی پاک وحی نازل کرتا ہے اور غیب کے اسرار سے مجھے اطلاع دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور ضروری ہے کہ وہ اس سلسلہ کو چلاوے اور بڑھاوے اور ترقی دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے دکھلاوے۔ ہر ایک مخالف کو چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سلسلہ کے نابود کرنے کے لئے کوشش کرے اور ناخنوں تک زور لگاوے اور پھر دیکھے کہ انجام کار وہ غالب ہوا یا خدا۔ پہلے اس سے ابوجہل اور ابولہب اور ان کے رفیقوں نے حق کے نابود کرنے کے لئے کیا کیا زور لگائے تھے۔ مگر اب

جماعت احمدیہ کی طرف سے شاہ عبد العزیز ابن سعود کی وفات پر تعزیت کا اظہار

سعودی عرب کے نئے سلطان شاہ سعود بن عبد العزیز کے نام حضرت امام جماعت احمدیہ کا تار

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شاہ عبد العزیز ابن سعود کی وفات پر اپنی اور جماعت احمدیہ کی طرف سے سعودی عرب کے نئے سلطان ہز میجسٹی شاہ سعود بن عبد العزیز کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی کرے اور ہر حال میں ان کا حامی و ناصر ہو۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کے ارسال کردہ تار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

ہز میجسٹی شاہ سعودی عرب — ریاض۔

میں اپنی اور جماعت احمدیہ کی طرف سے آپ کے نامور والد کی وفات پر آپ سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے محبوب و مقدس ملک عرب کو امن اور ترقی سے نوازے اور تمام امور میں آپ کی رہنمائی فرمائے۔ اور آپ کے کندھوں پر جو بوجھ ڈالا گیا ہے۔ اسے برداشت کرنے میں آپ کی مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد۔ امام جماعت احمدیہ — ربوہ مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۵۳ء

وہ کہاں ہیں وہ فرعون جو موسےٰ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اب اس کا کچھ پتہ ہے؟ پس یقیناً سمجھو کہ صادق ضائع نہیں ہو سکتا وہ فرشتوں کی فوج کے اندر پھرتا ہے بدقسمت وہ جو اس کو شناخت نہ کرے"۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۲۸)

جہاد!

اسلام پر جو نازک دور گذر رہا ہے اور احمدیت جن نیک مقاصد کو لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ ان سب کے پیش نظر ہر احمدی کا فرض ہے کہ غیر ممالک میں جاری کردہ تبلیغی جہاد میں شامل ہو۔ احمدیت اگر پھیلے گی اور اسلام اگر ترقی کرے گا تو انہیں لوگوں کے ذریعہ جو سمجھتے ہیں کہ جو کچھ کرنا ہے ہم نے ہی کرنا ہے اور اللہ تعالےٰ ہم سے اپنے دین کی خدمت کا اگر کوئی کام لے تو یہ اس کا انعام ہے۔ بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو ہمیشہ زندہ رکھے جائیں گے اور ان کے نام مجاہدین میں شمار ہوں گے۔ اگر آپ تحریک جدید میں شامل ہیں تو یہ احسانِ الٰہی ہے۔ اپنا محاسبہ کریں کہ کسی سال کا بقایا تو نہیں اگر ہے تو ادا کرنے کی فکر کریں۔ تحریک جدید کا سال رواں قریب الاختتام ہے۔ یاد دہانی آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ اپنے تحریک جدید کے وعدہ کا جائزہ لیں اگر وعدہ پورا نہیں ہوا تو واجب الادا رقم جلد ارسال کریں۔ دفتر مرکزی کی طرف سے وعدہ اور وصولی کی اطلاع آپ کو دی جا چکی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس کی توفیق بخشے۔

(وکیل المال تحریک جدید قادیان)

قرآن پڑھو اور پڑھاؤ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خطبہ میں ہماری ایک اہم ذمہ داری کی غفلت پر توجہ دلاتے ہوئے بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے خصوصیت سے امراء اور سیکرٹریانِ تعلیم و تربیت حضور اقدس ایدہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل میں پوری جد و جہد کیساتھ قدم اٹھا کر دین و دنیا کے برکات حاصل کریں اور ساتھ کے ساتھ اپنی مساعی جمیلہ سے نظارت تعلیم و تربیت کو مطلع کریں۔ تا حضور اقدس ایدہ اللہ کی خدمت میں جانے والی رپورٹ میں آپ کا ذکر کیا جا سکے۔

(ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

درخواست دعا۔ جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ و ایڈیٹر بدر شدید بیمار ہیں احباب کرام شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔ (اسسٹنٹ ایڈیٹر)

خطبہ جمعہ

قرآن کریم کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہی اسلام ہے

جماعتیں اس بات کا انتظام کریں کہ ہر احمدی قرآن مجید کا ترجمہ سیکھے اور اس پر عمل کرے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۵ ستمبر ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کے بعض ضروری امور اور تفصیلات حدیث اور فقہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن

اسلام کی اصولی تعلیم

قرآن کریم سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے۔ جو انسانی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتی ہے۔ اور اسلام ایک زندہ مذہب ہے جو انسان کے ہر مقصد اور ہر مدعا میں راہ نمائی کرتا ہے۔ پس اسلام کو قبول کرنے کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ انسان اس کی راہ نمائی اور ہدایت کو تلاش کرنے اور عمل کرنے پر آمادگی کا اظہار کرے۔ اور اسلام کے قبول کرنے کے معنے یہ ہیں کہ انسان قرآن کریم کی ہدایت اور اس کی کامل تعلیم پر یقین اور ایمان رکھے اسلام بے شک کامل مذہب ہے۔ لیکن

اسلام کی زبان قرآن کریم ہے

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بے شک ایک کامل نبی ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان قرآن کریم ہے۔ اللہ تعالےٰ بے شک ہر نیک اور خوبی کا جامع خدا ہے لیکن اس کی زبان قرآن کریم ہے۔ اصولی تعلیم خدا تعالےٰ کی طرف سے قرآن کریم کے سوا اور کہیں نہیں ملتی۔ اصولی تعلیم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قرآن کریم کے سوا اور کہیں نہیں ملتی۔ اصولی تعلیم کا ماخذ

فقہائے اسلام اور مفکرین اسلام

کے لئے سوائے قرآن کریم کے اور کوئی نہ تھا۔ جو کچھ مفکرین اسلام نے بیان کیا ہے۔ جو کچھ مجتہدین اسلام نے بیان کیا ہے۔ جو کچھ فقہائے اسلام نے بیان کیا ہے۔ اگر وہ صحیح ہے تو وہ قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ جو کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اگر وہ واقعہ میں آپ تک پہنچ جائے تو وہ قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ جو کچھ خدا تعالےٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اگر واقعہ میں وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے تو وہ قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ ہاں جزئیات ایسی ہیں۔ جو قرآن کریم نے ایسے الفاظ میں بیان نہیں کیں کہ انہیں ایک عام آدمی سمجھ سکے۔

الہٰی ارشاد اور وحی

میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یا وہ جزئیات ایسی ہیں۔ کہ اصولی تعلیم میں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وحی جلی یا خفی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف توجہ دلائی گئی۔ وہ بیشک قرآن کریم کی تفسیر یا حاشیہ کہلا سکتی ہیں۔ لیکن وہ محض [illegible] ہیں۔

اصولی تعلیم قرآن کریم میں ہی ہے

لیکن بدقسمتی سے مسلمان قرآن کریم پڑھنے اور سیکھنے سے محروم ہیں۔ ہمارے ربوہ کے سکولوں میں لڑکے اور لڑکیاں آتی ہیں یا قادیان کے سکولوں میں لڑکے اور لڑکیاں آتی تھیں۔ تو افسوس کے ساتھ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان میں سے بعض دسویں جماعت تک بھی قرآن کریم ناظرہ نہیں پڑھ سکتے۔ اب یہاں کالج بنا ہے۔ اس میں بعض ایسی لڑکیاں آئی ہیں جنہیں سورہ فاتحہ کا ترجمہ بھی نہیں آتا۔ اگر یہ حالت ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ جب قرآن کریم سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ تو مذہب سے ان کا کیسے تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ اسلام قرآن کریم کا نام ہے۔ تم اسلام کی کوئی تعریف کرو وہ نامکمل ہوگی حقیقی تعریف یہی ہے کہ

قرآن کریم کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اسلام ہے

اس کے سوا جتنی باتیں بھی تم لاؤ گے وہ ایک دائرہ تو بنا دیں گی۔ مگر تفصیلی تعریف اسلام کی نہیں کریں گی۔ جیسے لوگ گر بنا لیتے ہیں۔ تجار اور صنعت و حرفت والے بعض گر بنا لیتے ہیں۔ مگر یہ گر تفصیل کا قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ گر کسی کو مؤرخ یا حساب دان نہیں بنا سکتے۔ ایک مورخ کے لئے ضروری ہے کہ اسے تمام قسم کی ضروری تفصیلات یاد ہوں۔ ایک حساب دان کے لئے ضروری ہے کہ حساب کے متعلق اسے ہر قسم کے ضروری اصول یاد ہوں۔ اسی طرح ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اسے اسلام کے تمام ضروری اصول اور احکام یاد ہوں محض یہ کہہ دینا کہ اسلام کی تعریف یہ ہے کہ کلمہ پڑھ لو۔ یہ اسلام کی مکمل تعریف نہیں۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ کلمہ شہادت اسلام کی تعریف ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ

کلمہ کے پیچھے جو حقیقت ہے

اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا اسلام ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انسان مسلمان ہوتا ہے۔ تو اس سے ہماری یہی مراد ہوتی ہے کہ عقائد کے متعلق جو تعلیم قرآن کریم نے دی ہے۔ وہ اس پر ایمان رکھتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر ایمان لانا اسلام کو مکمل کرتا ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن کریم لائے اور اس کی جو تشریح آپ نے فرمائی جو شخص اس کے مطابق عمل کرتا ہے وہ مسلمان ہے اگر صرف لا الٰہ الا اللہ کہہ دینے سے انسان مکمل مسلمان بن جاتا ہے۔ تو لا الٰہ الا اللہ منہ سے تو ہزاروں عیسائی بھی پڑھتے ہیں۔ پس خالی

لا الٰہ الا اللہ

سے کیا بنتا ہے۔ پس حقیقتاً جو اسلام ہے وہ قرآن کریم پر ایمان اور عمل ہے۔ کلمہ سے ہم محض اس طرف اشارہ کرتے ہیں اور عمل سے بھی ہم محض اس طرف اشارہ کرتے ہیں۔ گویا نہ صرف لفظی توحید سے انسان مسلمان ہوتا ہے اور نہ

قرآن کریم کے تمام احکام

پر عمل کرنے سے ہی انسان لازماً مسلمان ہو سکتا ہے ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم کے بعض احکام اس کے لئے ضروری نہ ہوں۔ مثلاً زکوٰۃ ہے۔ ایسے بھی مسلمان ہیں جن پر زکوٰۃ واجب نہیں حج ہے وہ ہر مسلمان کے لئے ضروری نہیں حج صرف صاحب استطاعت لوگوں پر فرض ہے۔ پھر اس قسم کی لاکھوں جزئیات ہو سکتی ہیں۔ جن پر کسی انسان کا عمل حاوی نہیں ہو سکتا۔ تو پھر کیا ایسا انسان مسلمان نہیں رہ سکتا پس علم توحید کا اصولی علم جس کے ساتھ انسان مسلمان ہوتا ہے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہوتا علم توحید کا اصولی علم قرآن کریم سے حاصل ہوتا ہے اور وہ عملی اصول جن سے ایمان اور اسلام مکمل ہوتا ہے محمد رسول اللہ کہنے سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ وہ قرآن کریم کی تعلیم میں ہیں۔ اور قرآن کریم کے پڑھنے سے آتے ہیں۔ بغیر قرآن کریم پڑھے اور اس کا مطلب سمجھے لا الٰہ الا اللہ یا محمد رسول اللہ کہنا ایک گر تو ہے یہ ایک منتر تو ہے۔ لیکن اس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

میں جان تب پڑتی ہے جب اس میں قرآن کریم ڈالا جائے۔ اور جب اس میں قرآن کریم ڈالا جائے تو لا الٰہ الا اللہ بھی زندہ ہو جاتا ہے اور محمد رسول اللہ بھی زندہ ہو جاتا ہے۔ پس قرآن کریم کے پڑھے بغیر اسلام صحیح طور پر نہیں آ سکتا۔ افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے افراد بھی جنہیں اصلاح کا دعویٰ ہے قرآن کریم پوری طرح نہیں جانتے۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں قرآن کریم کے الفاظ تو پڑھتے ہیں۔ ترجمہ نہیں پڑھتے۔ پھر اس سے بھی بڑی مصیبت یہ ہے کہ مولوی کہتے ہیں۔ قرآن کریم کا ترجمہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ حالانکہ اگر ترجمہ پڑھنے کی عادت ڈالی جائے۔ تو انسان سو فیصدی نہیں۔ تو

۶۰ فی صدی تو مسلمان ہو جائے۔ اور یہ بہتر ہے کہ انسان ۶۰ فی صدی مسلمان ہو۔ یا یہ بہتر ہے کہ ایک فی صدی بھی ایمان نہ ہو۔ پس جماعت میں یہ عادت ڈالی جائے کہ قرآن کریم پڑھو تو ترجمہ بھی پڑھو۔ اگر یہ عادت ڈالی جائے تو یقیناً لوگوں کے اندر

اسلام کی صحیح روح

پیدا ہو جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص عربی نہیں جانتا۔ وہ قرآن کریم نہیں سمجھ سکتا کیونکہ انسانی عادت ہے کہ کوئی بات اس کی زبان میں ہو۔ تو وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں۔ لیکن وہی بات دوسری زبان میں ہو تو اسے پہلے اپنے ذہن میں ترجمہ کرنا پڑتا ہے اور پھر کہیں جا کر عبارت کا مفہوم اس کے ذہن میں آتا ہے۔ پس جب ہم قرآن کریم کا اردو ترجمہ پڑھیں گے۔ تو عبارت کا مفہوم ہماری سمجھ میں آ جائے گا۔ بشرطیکہ ترجمہ ایسا ہو جس سے مفہوم سمجھ میں آ جائے۔ اس قسم کا ترجمہ نہ ہو کہ "شک نہیں ہے کوئی بیچ اس کتاب کے۔" "بیچ اس کتاب کے" کہنے سے ہم مفہوم نہیں سمجھ سکتے۔ ہم تو یہ جانتے ہیں۔ کہ "اس کتاب میں کوئی شک والی بات نہیں ہے" اس سے مفہوم ہمارے ذہن میں آ جاتا ہے۔ جو شخص "بیچ اس کتاب کے" کہے گا۔ وہ "بیچ اس کتاب" میں ہی پڑا رہے گا۔ الحمد للہ رب العالمین کے معنے جو شخص یہ کریگا کہ اللہ تعالیٰ ہے جو تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والا ہے وہی سب تعریفوں کا مستحق ہے۔ تو سب مفہوم سمجھ لیں گے۔ لیکن اگر کوئی یہ ترجمہ کرے کہ سب تعریف واسطے اس خدا کے جو پالنے والا ہے سب جہانوں کا۔ تو اس کا مفہوم جلد ذہن میں نہیں آئے گا۔

یہ سب حماقتیں ہیں

جن سے بچنا چاہیئے۔ ہر ایک چیز جب اپنی حد سے گزر جاتی ہے۔ تو حماقت بن جاتی ہے۔ مثلاً نیت ہی کو لے لو۔ نماز کے لئے نیت باندھنا ضروری ہے مقلدین اور غیر مقلدین سب کا اس پر اتفاق ہے۔ امام بخاریؒ جو غیر مقلدین کے سردار ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی کتاب بخاری شروع کی۔ تو الاعمال بالنیات کی حدیث سے کی۔ مقلدوں نے بھی کہا ہے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو۔ تو چار رکعت نماز ظہر کی یا دو رکعت نماز جمعہ کی ذہن میں لاؤ۔ تا تمہارا ذہن عبادت کے ساتھ چلنے کے لئے تیار رہے۔ غرض نیت انسان کے اندر بڑا بھاری تغیر پیدا کرتی ہے۔ نیت کو اڑا دیں۔ تو ہمارا عمل یقیناً کمزور پڑ جاتا ہے۔ لیکن نیت پر غیر معمولی زور بھی درست نہیں ہو سکتا۔ نیت پر غیر معمولی زور دیں۔ تو یہ حماقت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ ہم اگر اسلام اور قرآن کریم کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اس ذریعہ کو اختیار کرنا چاہیئے۔ جو اس کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ ہمیں

وہ طریق اختیار کرنا چاہیئے

جس سے اس کے معنے ہماری سمجھ میں آ جائیں ورنہ اگر ہم وہ ذریعہ اور طریق چھوڑ دیں گے۔ تو لازمی بات ہے کہ ہم صحیح مفہوم سمجھنے پر قادر نہیں ہوں گے پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ قرآن کریم کے ترجمہ کو ضروری قرار دے بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر ہماری جماعت کے افراد یہ فیصلہ کریں۔ کہ ہم نے کسی ایسے لڑکے کو اپنی لڑکی نہیں دینی جو قرآن کریم نہ پڑھ سکتا ہو۔ یا ہم فلاں لڑکی اپنے لڑکے کے لئے نہیں لیں گے۔ کیونکہ وہ قرآن کریم پڑھنا نہیں جانتی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ اس طرح ایک بھاری تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔ اب بھی اگر پوچھا جائے کہ کتنے نوجوان قرآن کریم کا ترجمہ جانتے ہیں۔ تو مجھے شبہ ہے کہ نصف کے قریب ایسے نوجوان یہاں بھی ہوں گے۔ جو قرآن کریم کا ترجمہ نہیں جانتے۔ اور اس کی ساری ذمہ داری ان لوگوں پر ہے جنہوں نے قرآن کریم کے الفاظ پر اتنا غیر ضروری زور دے دیا۔ جیسے اس لطیفہ والے کے متعلق

مشہور ہے

جو نماز سے پہلے چار رکعت نماز پیچھے اس امام کے کہنا ضروری سمجھتا تھا۔ احادیث میں بھی آتا ہے کہ نماز کے لئے نیت ضروری ہے۔ اس سے ذہن عبادت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس شخص نے اس چیز کو حماقت کی حد تک پہنچا دیا تھا۔ وہ جب "چار رکعت نماز پیچھے اس امام کے" کہتا تھا۔ تو بعض دفعہ وہ کسی صف میں ہوتا۔ اور بعض دفعہ کسی صف میں۔ بعض دفعہ وہ پہلی صف میں ہوتا۔ اور بعض دفعہ وہ دوسری یا تیسری صف میں ہوتا۔ جب تیسری صف میں ہوتا اور نماز سے قبل نیت باندھتا کہ "چار رکعت نماز پیچھے اس امام کے" تو اسے خیال آتا۔ کہ میرے آگے تو ایک اور صف بھی ہے۔ اس لئے میری نیت درست نہیں۔ اس پر وہ صف چیر کر ایک صف آگے آ جاتا۔ اور پھر کہتا "چار رکعت نماز پیچھے اس امام کے" لیکن پھر یہ خیال کرتا۔ کہ ابھی اس کے آگے اور لوگ ہیں اس لئے اس کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ اس پر وہ صف چیر کر پہلی صف میں امام کے پیچھے آ جاتا۔ اور سمجھتا کہ اب اس کی نیت ٹھیک ہوگی۔ اور وہ کہتا "چار رکعت نماز پیچھے اس امام کے" لیکن پھر یہ خیال آ جاتا۔ کہ پتہ نہیں ان الفاظ کا اشارہ امام کی طرف ہے۔ یا میری انگلی دائیں بائیں ہو گئی ہے۔ اس پر وہ امام کی طرف ہاتھ بڑھا کر انگلی سے اشارہ کرتا اور کہتا۔ "چار رکعت نماز پیچھے اس امام کے"۔ لیکن پھر یہ خیال کرتا۔ کہ شائد اشارہ ٹھیک طرح نہ ہوا ہو۔ صرف کپڑوں کی طرف اشارہ ہوا ہو۔ اس پر وہ انگلی امام کے جسم میں چبھوتا۔ اور کہتا "چار رکعت نماز پیچھے اس امام کے" لیکن پھر یہ سمجھتا کہ شائد انگلی پوری طرح امام کے جسم کو نہیں چھوئی۔ اس پر وہ امام کو زور سے انگلی مارتا۔ اور کہتا "چار رکعت نماز پیچھے اس امام کے" اس طرح وہ اپنی نماز بھی خراب کر دیتا اور امام کی بھی۔ تو یہ حد سے آگے نکل جانے والی بات ہے۔ بے شک

قرآن کریم سمجھنا ضروری ہے

مگر جو شخص قرآن کریم نہیں سمجھتا۔ اسے قرآن کریم کے ترجمہ سے محروم تو نہ کرو۔ میرے نزدیک علماء نے یہ بہت بڑی غلطی کی کہ انہوں نے ترجمہ کو بالکل گرا دیا۔ حالانکہ قرآن کریم کا مفہوم سمجھنے کے لئے ترجمہ کا جاننا ضروری ہے۔ عربی جاننا ناممکن امر نہیں۔ لیکن فی الحال جہاں تک ہمیں ذرائع حاصل ہیں۔ اگر سارے مسلمان بھی عربی بولنے لگ جائیں۔ تو

ہمارا تجربہ یہی ہے

کہ ابتدائی زبان کا جاننا مفہوم کو اتنا قریب نہیں کرتا۔ کہ ان کے بولتے ہی مفہوم سمجھ جائے۔ بہت کم آدمی ایسے ملیں گے جو مثلاً الحمد للہ رب العالمین بولنے سے اس کا مفہوم سمجھ جائیں پورا مفہوم سمجھنے کے لئے انہیں اس کا ترجمہ کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح ہم کسی بات کا مفہوم اردو میں سمجھ سکتے ہیں۔ غیر زبان میں نہیں سمجھ سکتے۔ ایک عرب الحمد للہ رب العالمین کہے گا۔ تو فوراً اس کے ذہن میں اس کا مفہوم آ جائے گا۔ لیکن پاکستانی خواہ عربی بولنا جانتے بھی ہوں اس کا مفہوم فوراً نہیں سمجھ سکیں گے۔ انہیں اس کا مفہوم سمجھنے کے لئے اس کا ترجمہ کرنا پڑے گا۔ الا ماشاء اللہ جو شخص عربی زبان پر قادر ہو جائے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن یہ مہارت کافی مشق سے حاصل ہوتی ہے۔ یہی حال باقی زبانوں کا ہے۔ اگر تم

انگریزی بولنے کی عادت

ڈالو گے تو تمہیں فقرے کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ انگریزی زبان سیکھنے میں ترجمہ کی عادت نہیں ڈالی جاتی۔ عربی میں اسی خیال سے کہ قرآن کریم آ جائے شروع سے ترجمہ کی عادت ڈالی جاتی ہے۔ اور بعد میں اس سے ہٹنا مشکل ہوتا ہے اب تو یہ زمانہ آ گیا ہے کہ

استادوں کی توجہ

اس طرف سے ہٹ گئی ہے۔ کہ بچہ کو الف پر زبر ب ساکن پڑھایا جائے۔ لیکن پہلے بچہ کو اس طرح پڑھنے کی عادت ڈالی جاتی تھی۔

پس جماعت کو

قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے کی طرف

توجہ کرنی چاہیئے۔ الفاظ کا ترجمہ کرنا چاہیئے۔ مرکب فقرات کا ترجمہ کرنے کی عادت نہیں ڈالنی چاہیئے۔ اس طرح مفہوم کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ انگریزی میں الفاظ کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ عبارت کا نہیں۔ اس لئے انگریزی عبارت کا مفہوم سمجھنا آسان ہوتا ہے اگر عبارت کا ترجمہ کرنے کی عادت ڈالی جائے گی۔ تو زبان نہیں آئے گی۔ مثلاً

الحمد للہ رب العالمین

کا ترجمہ نہیں کرنا چاہیئے۔ ال۔ حمد۔ للہ۔ رب اور العالمین کا ترجمہ سیکھیں۔ تو پھر مفہوم صحیح طور پر سمجھ میں آ جاتا ہے۔ مگر محض اس لئے کہ عبارت کا ترجمہ کرنے کی ابتداء سے ہی عادت ڈال دی جاتی ہے۔ عبارت کا مفہوم وہ لوگ بھی نہیں سمجھ سکتے۔ جو ابتدائی زبان جانتے ہیں۔ اس لئے لوگ بھی جب تک ٹھہر ٹھہر کر نہ پڑھیں۔ عبارت کا مفہوم نہیں سمجھ سکتے ایسے لوگوں کے لئے بھی ترجمہ پڑھنا مفید ہوگا۔ اگر آٹھ نو رکوع کے الفاظ پڑھ لئے جائیں اور پھر اس کا ترجمہ پڑھ لیا جائے۔ تو یہ عمل زیادہ بہتر ہوگا۔ بجائے اس کے کہ ہم عبارت کے ساتھ ترجمہ کرتے جائیں۔ باقی جو لوگ

عربی زبان پر قادر

ہو جاتے ہیں۔ وہ عربی میں ہی سوچنے اور غور کرنے لگ جاتے ہیں میں ان کا ذکر نہیں کرتا۔ میں صرف ان لوگوں کا ذکر کرتا ہوں جنہوں نے عربی زبان پوری طرح نہ پڑھی ہو۔ صرف قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا ہو۔ ایسے لوگوں کے لئے اردو کا ترجمہ پڑھنا ضروری ہے۔ پس جماعت میں قرآن کریم کا اردو ترجمہ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

ہر شخص جو اردو پڑھ سکتا ہے

اس سے پوچھو کہ کیا وہ قرآن کریم کا اردو ترجمہ پڑھتا ہے۔ اگر نہیں تو اُسے اس طرف توجہ دلاؤ۔ عربی الفاظ کی عادت بھی ضرور کرو۔ مگر اسی طرح کہ ایک ربع پڑھ لیا۔ اور پھر اس کا ترجمہ اردو میں پڑھ لیا۔ عربی اس لئے پڑھنی چاہیئے۔ تا متن محفوظ رہے۔ جو لوگ کتاب کی زبان کو بھول جاتے ہیں۔ وہ لوگ تحریف سے واقف ہونے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص عربی عبارت نہ بھی جانے صرف ترجمہ پڑھتا ہو۔ تو بھی عربی عبارت بار بار پڑھنے سے اسے ایسا ملکہ ہو جائے گا کہ جب کوئی شخص اس کے سامنے غلط مفہوم بیان کرے گا۔ تو وہ کہہ دے گا۔ یہ بات غلط ہے وہ کسی کے دھوکہ میں نہیں آئے گا۔ پس عربی کے الفاظ بھی پڑھنے چاہئیں۔ تا تحریف کی نگرانی ہو سکے۔ لیکن جو لوگ قرآن کریم کو عربی میں نہیں سمجھ سکتے انہیں ترجمہ کے فائدہ سے محروم نہیں رکھنا چاہیئے

پس ہر احمدی کو یہاں بھی اور باہر بھی ترجمہ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

محکمہ تعلیم اور لوکل انجمن

بھی اس بات کا انتظام کرے اور پھر اس کی نگرانی کرے۔ ہر گھر میں دیکھا جائے کہ آیا اس میں ترجمہ والا قرآن کریم ہے۔ اور پھر گھر والوں کو کہا جائے۔ کہ وہ ترجمہ پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ اور جو شخص بالکل نہیں پڑھ سکتا۔ اسے مجبور کیا جائے کہ وہ کسی دوسرے

سے ترجمہ سنے۔ ربوہ میں تو یہ سہولت ہے کہ ہر گھر میں اول تو مرد اور عورت دونوں قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنا جانتے ہیں۔ ورنہ بیوی نہیں جانتی تو خاوند پڑھنا جانتا ہے۔ خاوند نہیں جانتا تو بیوی جانتی ہے۔ اگر دونوں نہیں جانتے تو کوئی نہ کوئی لڑکا یا لڑکی جانتی ہے۔ ہزار دو ہزار گھروں میں سے شاید کوئی گھر ایسا ہو جس میں کوئی ترجمہ پڑھنے والا نہ ہو۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ربوہ میں سب لوگ آسانی کے ساتھ قرآن کریم کا ترجمہ نہ پڑھ سکیں۔ عید الفطر اور بعض دوسری تقاریب پر غرباء کو کپڑوں وغیرہ کے لئے روپیہ دیا جاتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ انہیں قرآن کریم خرید کر نہ دیا جائے۔ آخر ہر سال ہزاروں روپیہ غرباء کے لئے خرچ کیا جاتا ہے اگر ان میں خود احساس نہیں تو اسی مدد سے

قرآن کریم با ترجمہ خرید کر

دینے کے لئے کچھ رقم کاٹ لو اور اس سے انہیں قرآن کریم خرید کر دے دو۔ اگر اس کے بعد انہیں افراجات میں تنگی محسوس ہو تو اس کی ذمہ داری خود ان پر عائد ہوگی پس ہر گھر کی نگرانی کرو اور ان سے کہو کہ وہ ترجمہ قرآن کریم پڑھیں۔ اگر تم ایسا کرنے لگ جاؤ گے۔ تو یقیناً تم اپنے محلوں میں بھی تغیر محسوس کرو گے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ عیسائی مبدل و محرف بائیبل سے واقفیت میں بہت زیادہ واقف ہیں۔ لیکن مسلمان قرآن کریم سے واقف نہیں۔

عیسائیوں میں

سے ایک ادنےٰ جاہل۔ نوکر۔ باورچی۔ کپڑے دھونے والا۔ برتن مانجھنے والا اور جھاڑو دینے والی عورت بھی بائیبل کو نہ کچھ جانتی ہے۔ اور ان کا طریق یہ ہے کہ ہر خاندان میں ایک فیملی بائیبل ہوتی ہے اور وہ چار چار پانچ پانچ پشتوں سے خاندان میں محفوظ رہتی ہے۔ اور باری باری خاندان کے ہر بڑے شخص کے پاس منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اگر کسی کو قسم دینی ہوتی ہے تو خاندانی بائیبل لے کر اس پر قسم دیتے ہیں۔ اور پھر یہ ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ کہ یہ بائیبل فلاں کے پاس تھی پھر فلاں کے پاس آئی۔ اس کے بعد فلاں کے پاس آئی۔ اس طرح خاندان میں بائیبل کا احترام آتا جاتا ہے۔ اگر یہ اصول عیسائیوں نے اختیار کر لیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس لئے اختیار نہ کریں کہ وہ ہم سے پہلے ایسا کر رہے ہیں۔ پھر ہم یہ بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان سے چھ سو سال بعد میں آئے ہیں۔ اگر بعض باتیں انہوں نے اچھی لکھی ہیں تو اس میں کیا حرج ہے پس ترجمہ والا قرآن کریم ہر گھر میں موجود ہونا چاہیئے۔ پھر ہر شخص کو یہ عادت ڈالنی چاہیئے کہ وہ ترجمہ پڑھے یا سنے۔ اس طرح ہر ایک دل میں یہ شوق پیدا ہو جائے گا کہ وہ عربی سیکھے اور قرآن کریم کا ترجمہ سیکھے۔ لیکن عیسائی کو یہ شوق نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان کے پاس جو بائیبل ہے اس کے اوپر یونانی لاطینی یا عبرانی الفاظ نہیں ہوتے۔ صرف ان کی اپنی زبان میں اس کا ترجمہ ہوتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کے الفاظ لازماً ساتھ ہوتے ہیں۔ اس لئے جب کوئی شخص ترجمہ پڑھے گا تو وہ عربی الفاظ کے معنے سیکھنے کی کوشش بھی کرے گا۔ اس طرح اس کی تعلیم مکمل ہو جائے گی۔ پھر میں تو کہتا ہوں کہ ایک عام عربی دان اور ایک عام مولوی کے لئے بھی زیادہ فائدہ بخش یہی چیز ہے کہ وہ ترجمہ پڑھے۔ کیونکہ اپنی زبان میں جس طرح مفہوم سمجھ میں آ جاتا ہے دوسری زبان میں نہیں آتا۔ چند دن بھی ایسا کرو تو تم دیکھو گے کہ تمہیں اتنا دین آ جائے گا جو تمہیں بیسیوں سال میں نہیں آیا تھا۔ اس لئے نہیں کہ تمہاری عربی ناقص تھی۔ بلکہ اس لئے کہ تمہیں اس میں سوچنے کی مشق نہ تھی۔

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا

میں نماز کے بعد

بعض جنازے پڑھاؤں گا

میں چونکہ پہلے سفر پر تھا۔ پھر بیمار ہو گیا اس لئے بہت سے جنازے جمع ہو گئے ہیں۔ انیس آدمیوں کے جنازے میں جو میں نماز جمعہ کے بعد پڑھاؤں گا۔

(۱) سید ... احمد صاحب ہاشمی۔ ٹریکٹر کے اچانک الٹ جانے کی وجہ سے فوت ہو گئے ہیں۔

(۲) چوہدری عمر الدین صاحب بنگہ۔ صحابی تھے فالج گرنے کی وجہ سے جھنگ میں فوت ہو گئے ہیں

(۳) آمنہ بی بی صاحبہ بیوہ ناصر الدین صاحب صدر گوگیرہ۔ موصیہ تھیں۔ بہت کم لوگ جنازہ میں شریک ہوئے۔

(۴) محمد عثمان صاحب ولد سردار محمد نواز خان صاحب جھنڈو پٹرول میں آگ لگ جانے کی وجہ سے وفات پا گئے ہیں۔ بہت کم لوگ جنازہ میں شریک ہوئے۔

(۵) چوہدری فضل احمد صاحب ڈسکہ صحابی تھے ان کی خواہش تھی کہ میں نماز جنازہ پڑھاؤں

(۶) گلاب دین صاحب چک ۲۵ سرگودھا دس ماہ قبل بیعت کی تھی گاؤں میں احمدی کم تعداد میں تھے۔

(۷) بشیر احمد صاحب۔ چغتائی راولپنڈی جو نہر کے پانی میں ڈوب گئے تھے۔ بہت مخلص نوجوان تھے۔

(۸) سلامت بی بی صاحبہ صدر گوگیرہ موصیہ تھیں ایک بچہ بھی زندہ ہے۔ بہت کم دوست جنازہ میں شریک ہوئے۔

(۹) ماسٹر عبد العزیز صاحب نوشہرہ ککے زئیاں صحابی تھے مخلص احمدی تھے۔ .... صرف چار احمدی جنازہ میں شریک ہوئے۔

(۱۰) پیر بخش صاحب چک ... صحابی تھے۔ ان کی عمر ۹۰ سال تھی جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

(۱۱) والدہ صاحبہ عبد اللہ خان صاحب بھاگلپوری رہبڑی سندھ ۱۴ر اگست کو جمعہ اور عید کے دن فوت ہو گئے۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

(۱۲) صدر الدین صاحب مدار ضلع شیخوپورہ ۲۰/۱۹ر اگست کی رات فوت ہو گئے۔ جنازہ صرف چھ آدمیوں نے پڑھا۔

(۱۳) ملک سعید احمد صاحب جاوید سمبڑیال ضلع سیالکوٹ کی پھوپھی تلہار سندھ میں فوت ہو گئی ہیں۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے

(۱۴) میر محمد افضل صاحب بمبئی کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ احمدی جماعت قریب نہیں تھی اس لئے احمدیوں نے جنازہ نہیں پڑھا۔

(۱۵) حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ بشیر احمد صاحب لالہ موسیٰ گجرات۔ جنازہ میں بہت کم احمدی شامل ہوئے۔

(۱۶) ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ قادیان کی ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا شادی ہوئی تھی۔ اب خبر آئی ہے کہ ان کی اہلیہ بریلی میں وفات پا گئی ہیں۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

(۱۷) سید عبد الحی صاحب گوٹھ لالہ بچو رکھی لال سندھ اڑھائی سال قبل باؤلے کتے نے کاٹا تھا۔ اسی بیماری کی وجہ سے ۱۲ر ستمبر کو فوت ہو گئے۔

(۱۸) رضوان عبد اللہ صاحب حبشہ سے دینی تعلیم ... حاصل کرنے کے لئے یہاں آئے تھے دریا میں ڈوب کر وفات پا گئے۔

(۱۹) چوہدری غلام حسین صاحب سفید پوش تحصیلے دنوں وفات پا گئے نعش یہاں لائی گئی۔ لیکن میں جنازہ نہیں پڑھ سکا۔ کیونکہ میری طبیعت خراب تھی۔

ان سب کا جنازہ میں نماز جمعہ کے بعد پڑھاؤں گا۔

(الفضل مورخہ ۱۳ر نبوت ۱۳۳۶ھش)

روس اور امریکہ کی امن کیلئے تیاریاں

جو اعداد و شمار امریکہ نے بتائے ہیں ان کے مطابق روس کی موجودہ فوجی طاقت اس صورت میں ہے:-

(۱) فوج میں پندرہ لاکھ جوان مسلح صورت میں

(۲) بیس ہزار ہوائی جہاز۔

(۳) تین سو سمندر کے اندر سفر کرنے والی دریائی سرنگیں

(۴) ایک سو چھتر ڈویژن پورے طور پر مسلح (ایک ڈویژن میں دس ہزار سپاہی ہوتے ہیں)

(۵) ستر ڈویژن (سات لاکھ کے قریب سپاہی) ایسے ہیں جن میں کمیونسٹ ممالک یعنی بلگیریا۔ زیچوسلوکیا ہنگری۔ پولینڈ اور رومانیا کے لوگ شامل ہیں۔

یہ فوجی پوزیشن تو روس کی ہے۔ اب امریکہ کی فوجی طاقت ملاحظہ کیجئے۔

(۱) پینتیس لاکھ مسلح سپاہی

اوپر کے اعداد و شمار امریکہ نے سپلائی کئے ہیں اور اس نے نہیں بتایا کہ اس کے پاس ہوائی جہازوں اور ایٹم بموں کی تعداد کتنی ہے۔ بہر حال ان اعداد و شمار سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں ممالک "امن" کے لئے کتنی کوشش میں مصروف ہیں۔ اور عوام کا پسینہ بہا کر پیدا کیا ہوا روپیہ یہ کیونکر انسانوں کو ہلاک کرتے ہوئے دھوئیں میں اڑا دینا چاہتے ہیں۔ (ریاست دہلی)

دودھ اور گھی کے مسئلہ کا حل

امریکہ کی ایک دلچسپ اطلاع ہے کہ وہاں گیہوں مکئی، گوشت، مکھن اور دودھ کی بنی ہوئی اشیاء ضرورت سے زیادہ مقدار میں پڑی ہیں۔ اور کوئی خریدنے والا نہیں۔ چنانچہ امریکہ کی گورنمنٹ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ایک ارب پچیس کروڑ روپیہ کی مالیت کا یہ سامان جس میں اٹھائیس کروڑ پونڈ مکھن اور چھبیس کروڑ پونڈ پنیر بھی شامل ہے خرید کر بطور امداد بیرونی ممالک کو بھیجا جائے۔

ہندوستان میں زمین کافی ہے۔ کیونکہ اس ملک کا رقبہ دو ہزار میل لمبا اور ڈیڑھ ہزار میل چوڑا ہے۔ اور لاکھوں ایکڑ زمین بغیر کاشت کے پڑی ہے جس کو آسانی کے ساتھ چراگاہوں کی صورت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ گھی اور دودھ کے مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرے۔ اور ملک میں کثرت کے ساتھ سرکاری انتظام میں ڈیری فارم جاری کئے جائیں کیونکہ کوئی وجہ نہیں کہ امریکہ تو ضرورت سے زیادہ دودھ اور مکھن پیدا کرے اور ہندوستان اپنی ضرورت کا دسواں حصہ بھی پیدا نہ کر سکے۔

(ریاست دہلی)

ولادت

قادیان ۲۲ر نومبر۔ مولوی محمد صادق صاحب ناتو متعلم جامعۃ المبشرین قادیان کے ہاں تیسرا لڑکا تولد ہوا۔ اللہ تعالےٰ نو مولود کو لمبی عمر عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال میں برکت کا موجب ہے

ہندوستان میں اچھوت

از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے قادیان

بیسویں صدی کو روشن خیالی کا زمانہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے قریب عرصہ تک امریکہ جیسے ملک میں حبشیوں سے جو وحشیانہ سلوک ہوتا تھا وہ کسی سے مخفی نہیں بلکہ اب تک کالے گورے کی تمیز کافی حد تک پائی جاتی ہے۔ لنچنگ کا ظالمانہ قانون اب تک موجود ہے جس کے باعث بلا وجہ بیسیوں کالے موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں۔ اور کالے پر محض گندہ الزام لگا کر گورا عدالت سے بری قرار دے دیا جاتا ہے۔ اسلام ہی ابتدا میں غلاموں کی آزادی کا موجب ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی شادی کی تو آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سب غلام آپ کے سپرد کر دیئے۔ آپ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ یہ اسلام سے پہلے کا واقعہ ہے۔ سورۃ بلد میں جو مکی زندگی کی ابتدا میں نازل ہوئی۔ غلاموں کو آزاد کرنے کے جان جوکھوں کے کام کی ترغیب دی گئی ہے۔ عیسائی محقق پادری ویری صاحب کا کہنا ہے کہ یہ سورہ حضور صلعم کے اسلام سے قبل کے خلوت کے خیالات ہیں۔ بہرحال اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت صلعم کے خیالات و جذبات کیا تھے۔ خواہ ان کا موجب کوئی امر تھا۔ اسلام سے قبل غلاموں کا آزاد کر دینا اور پھر ساری عمر کوئی غلام نہ رکھنا جبکہ عرب تہذیب کا غلام جزو لاینفک تھے۔ اس امر پر دلالت کے لئے کافی ہے کہ غلاموں کے طبقۂ مظلوم کی آزادی آپ کو کس قدر محبوب تھی۔ اس بارہ میں بائیبل کی تعلیم دیکھی جاوے تو اسلام کی عظیم شان نظر آتی ہے۔ خروج باب ۲۱ آیت ۲۰-۲۱ میں لکھا ہے:۔

"اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو لاٹھیاں مارے اور وہ مار کھاتی ہوئی مر جائے تو اُسے سزا دی جائے۔ لیکن اگر وہ ایک دن یا دو دن جیئے تو اُسے سزا نہ دی جائے۔ اس لئے کہ وہ اس کا مال ہے۔"

اسلام نے پونے چودہ صد سال پہلے تاریک و تار زمانہ میں سکھلایا کہ اکثر مذہبی لڑائی میں قیدی آئے تو ان کو فدیہ لے کر یا بلا فدیہ آزاد کر دیا جائے گویا کہ آزاد کرنا ضروری قرار دیا۔ فدیہ کے متعلق یہ حکم ہے کہ قیدیوں کے اقارب یا قوم اگر فدیہ ادا نہ کرے تو ان سے کام لے سکتے ہو۔ لیکن یہ تاکید ہے کہ طاقت سے بڑھ کر کام نہ لیا جائے۔ اگر کٹھن کام دیا جائے تو آقا خود بھی اس کے سرانجام دینے میں مدد دے۔ اور آقا غلام کو اپنا سا لباس پہنائے اور اپنے جیسا کھانا کھلائے جو غلام اپنا زرِ فدیہ ادا کرنا چاہے تو اس میں کوئی روک نہ ڈالی جائے بلکہ اسے قبول کر لیا جائے کہ وہ اقساط میں رقم ادا کرے بلکہ اس بارہ میں اس کی امداد کی جائے۔ مزید برآں حکومت اسلامی بھی اسکو آزادی دلانے میں مدد دے۔ غلاموں سے حسن سلوک کی آنحضرت صلعم صحابہ کرامؓ کو انتہائی تاکید فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے ایک غلام کو پیٹا تو آنحضرت صلعم نے منع فرمایا۔ صحابی اچانک حضورؐ کی آواز سُن کر کانپ اُٹھے اور عرض کی کہ میں اس کو آزاد کرتا ہوں۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ اگر آزاد نہ کرتے تو اس بدسلوکی کے بدلہ میں جہنم میں جاتے۔ گویا غلام سے بدسلوکی کا معاوضہ اسے آزاد کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایسا شخص اس غلام کو اپنے پاس رکھنے کے نا اہل قرار پاتا ہے۔ حضورؐ نے حضرت زیدؓ کو جو غلام تھے۔ آزاد کر دیا۔ اور جب حضرت زیدؓ نے اپنے والد اور چچا کے ساتھ وطن جانے سے انکار کیا اور آنحضرت صلعم کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی تو حضورؐ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا اور بعد ازاں ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن سے کر دی۔ عربوں میں جو قومی تفاخر تھا۔ ہر ایک اس سے واقف ہے۔ ایک بہت بڑے بادشاہ کو محض اس وجہ سے ایک عرب رئیس نے قتل کر کے لوٹ مار کی تھی کہ بادشاہ کی ماں نے رئیس کی ماں کو اتنی معمولی سی بات بھی کیوں کہدی کہ ذرا فلاں برتن پکڑانا۔ ایسی ذہنیت رکھنے والوں میں ایسا انقلاب برپا کر دینا حیرت انگیز کرشمہ تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے ایک غلام زادہ کو ایسی فوج کا کمانڈر بنایا کہ جس میں جلیل القدر صحابہؓ اور ہونے والے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ بھی شامل تھے۔ اس پاک تعلیم کا نتیجہ تھا کہ اسلام میں متعدد غلام منصب بادشاہت پر فائز ہوئے۔

حضرت عمرؓ ایک دفعہ حج کے لئے اپنے ایام خلافت میں مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ مجلس میں رؤسائے قریش بیٹھے تھے مسلمان غلام بھی آنے شروع ہوئے۔ ہر ایک کو حضرت عمرؓ اپنے پاس جگہ دیتے اور رؤساء کو پیچھے ہٹنا پڑتا حتیٰ کہ وہ جوتوں کی جگہ جا پہنچے۔ اس پر رؤسا باہر نکلے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ دیکھا آج ہماری کیسی تذلیل ہوئی۔ ایک اور نے کہا کہ بیشک بڑی توہین ہوئی لیکن اس کا ذمہ دار کون ہے؟ جب اسلام کی آواز بلند ہوئی تو ان غلام کہلانے والوں نے فوراً لبیک کہا اور ہمارے آباء نے ان پر مظالم ڈھائے۔ آخر انہوں نے یہ طے کیا کہ ہم حضرت عمرؓ سے ہی دریافت کرتے ہیں۔ کہ بدنامی کے اس داغ کو دھونے کا کوئی ذریعہ ہے یا نہیں۔ چنانچہ حاضر ہونے پر حضرت عمرؓ جو ان کے آباء کی شان و شوکت سے خوب واقف تھے فرمایا کہ میں مجبور تھا۔ کہ میں ان کی عزت و تکریم کرتا کہ انہوں نے ابتدا میں اسلام کو قبول کیا۔ آپؓ رؤساء زادوں کی موجودہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ اور شام کی طرف جہاں مسلمان کفار سے نبرد آزما تھے اشارہ کیا کہ ادھر علاج ہے چنانچہ یہ سب رؤسا زادے وہاں گئے اور اسلام کی خاطر انہوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں۔

دورِ حاضرہ کی روشن خیالی اسلام کی مرہونِ منت ہے چنانچہ ہندوستان کے متعلق یہاں کے مشہور سائنسدان سرجی یسی رائے کہتے ہیں:۔

"ہندوؤں کے ہزاروں برس کی ذات پات کے رواج کو توڑنے میں اسلامی جمہوریت نے بہت مدد دی اور ہندو سوسائیٹی میں بے تعصبی اور روشن خیالی کا جذبہ بھی پیدا کیا۔"

(اخبار نجات بجنور ۱۵-۲-۵۲)

۳۰ر اکتوبر کو صدر جمہوریہ نے امرتسر میں گئو پوجا کی اور تقریر میں بتایا کہ تقریباً ۲ سے اڑھائی کروڑ روپیہ گئوشالوں میں بوڑھی۔ کمزور اور بے کار گاؤں پر صرف کیا جاتا ہے۔ گئو پوجا کے وقت برہمن منتر پڑھ رہے تھے (بحوالہ ٹریبیون ۳۱-۱۰-۵۲) ہمیں امید ہے کہ جس ملک میں ایک جانور کی بہتری کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے۔ ہریجن اقوام کی بہتری کے سب سامان کئے جائیں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible] اور ایسے واقعات رونما نہ ہونے دیئے جائیں گے۔ جن کا بعض اوقات اخبارات میں ذکر آتا رہتا ہے۔ مسٹر گاندھی جی کو بہار میں جس مندر میں داخلہ سے روکا گیا تھا اس مندر میں ہریجنوں کے ساتھ داخلہ پر گاندھی دلو کیا کھا دے صاحب کی بھی شدید مزاحمت کی گئی۔ اور جب وزیر اعلیٰ بہار نے زبردستی اس میں داخل ہونے کا پروگرام مرتب کیا۔ تب پانڈوؤں نے جنہوں نے ابتداء میں تو مزاحمت کا ارادہ کیا۔ بالآخر داخلہ کی اجازت دے دی۔ الجمعیتہ بابت ۱۲-۱۱-۵۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ بابا رام داس نے بنارس کے ایک مشہور مندر کی اس آہنی دیوار کو پاش پاش کرنے کا عزم کر لیا ہے۔ جو وہاں کے ہندو مہنتوں نے ہریجنوں کے داخلہ کو روکنے کے لئے کھڑی کر دی ہے۔ بابا موصوف کے بالمقابل اپنے ساتھیوں سمیت مندر کے دروازے کے آگے سیدھے لیٹ جائیں گے۔ مندر کے پاس سائن بورڈ لگا ہوا ہے کہ اس میں صرف "آرین" پوجا کر سکتے ہیں۔ الجمعیتہ بابت ۱۱-۱۱-۵۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹ر اکتوبر کو میسور میں دسہرہ کی تقریبات کے سلسلہ میں مہاراجہ کے محل میں ہریجن پہلوانوں کو کرتب دکھانے کی اجازت ملنے پر اعلیٰ ذات کے پہلوانوں اور ان کے حامیوں نے جلوس نکالا اور مظاہرہ کیا۔ ڈپٹی کمشنر نے گڑبڑ کے اندیشہ کے پیش نظر کشتیاں موقوف کر دیں۔ مظاہرین نے صدر ضلع کانگرس اور پہلوانوں کی مقامی انجمن کے صدر پر حملہ کر کے زدوکوب کیا کہ کیوں انہوں نے ہریجن پہلوانوں کو کرتب دکھانے کی اجازت دی ہے۔ اور منتظمین کو مطلع کیا کہ ان ہریجنوں کو علیحدہ کئے بغیر کشتیوں [illegible] پولیس بلائی گئی جس نے [illegible] پتھراؤ کیا جس پر لاٹھی چلائی گئی اور پھر گولی چلائی گئی جس سے تین افراد ہلاک ہوئے ۱۲ زخمی جو ہسپتال میں داخل کئے گئے ان میں [illegible]

یوم التبلیغ

تمام جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ

۱۴ر دسمبر

بروز اتوار تمام جماعتوں میں یوم التبلیغ منایا جائے اس روز ہر احمدی کا فرض ہے کہ احمدیت کی امن و سلامتی کی تعلیم سے اپنے گردو پیش کے دوستوں کو واقف کرے اور اسی آسمانی پیغام کو دور تک پہنچائے جو موجودہ زمانہ کی تمام مشکلات اور پریشانیوں کا واحد حل ہے۔

ہر جماعت کے سیکرٹری تبلیغ کا فرض ہے کہ اس دن کے لئے باقاعدہ پروگرام بنائیں تا تنظیم کے ساتھ زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھایا جا سکے اور اپنی مساعی سے جلد مرکز کو مطلع کریں۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

اگر موت کا ایک وقت مقرر ہے تو پھر مریض کا علاج بے سود ہے!

ایک غیر احمدی دوست کے سوال کا جواب

از حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ربوہ

۱۹۵۰ء کی بات ہے کہ میں نے مسئلہ تقدیر کے متعلق ایک احمدی دوست کے سوال کے جواب میں تین مضمون پے در پے لکھے تھے۔ جو الفضل مورخہ ۸ر اگست ۱۹۵۰ء و مورخہ ۲۶ر اگست ۱۹۵۰ء و مورخہ ۳۰ر ستمبر ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئے تھے۔ ان میں سے پہلا مضمون تو لائل پور کے ایک احمدی دوست کے سوال کے جواب میں تھا جن کا ایک نوجوان عزیز صحیح علاج میسر نہ آنے کی وجہ سے ضلع لائل پور کے ایک گاؤں میں فوت ہو گیا تھا۔ اور دوسرے دو مضمون دو دیگر دوستوں کے سوالات کے جواب میں تھے۔ اور گویا اصل مضمون کے لئے بطور تتمہ تھے۔ اب اسی سلسلہ میں ایک معزز غیر احمدی دوست کی طرف سے یہ سوال موصول ہوا ہے۔ کہ جب عام اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ تو پھر یہ نظریہ کہ صحیح علاج سے مریض شفایاب ہو سکتا ہے درست نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ جب موت کا مقدر وقت آ جاتا ہے تو پھر علاج یا عدم علاج کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ گویا یا تو یہ خیال غلط ہے۔ کہ موت کا کوئی وقت مقرر ہے۔ اور یا یہ نظریہ درست نہیں کہ صحیح علاج سے بیمار شفایاب ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ

ہمارے یہ سوال کرنے والے غیر احمدی دوست بھی اپنے ایک نوجوان بچے کی وفات سے صدمہ رسیدہ ہیں۔ اور طبعاً اس معاملہ میں اسلامی نقطۂ نظر معلوم کر کے اپنے زخم خوردہ دل کو تسلی دینا چاہتے ہیں۔ سو ذیل کے مختصر مضمون میں ان کے سوال کا جواب عرض کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ جہاں میرا یہ مضمون ان کی علمی تسلی کا موجب ہو۔ وہاں اللہ تعالیٰ ان کے زخم خوردہ دل کے لئے بھی اپنے فضل و رحم سے صبر اور تسکین کا رستہ کھولے۔ آمین۔ یہ دوست غیر از جماعت ہونے کے باوجود جماعت کے ساتھ دیرینہ انس اور محبت رکھتے ہیں۔ اور موجودہ پُر آشوب زمانہ میں ہمیں طبعاً ایسے اصحاب کی خاص قدر و منزلت ہے کیونکہ طوفانِ باد میں ایک قطرۂ باراں بھی راحت کا باعث بن جایا کرتا ہے۔ اور ہمارے لئے تو خدا کے فضل سے موجودہ طوفانِ عظیم میں ایسے کئی قطراتِ رحمت میسر ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ولان شکرنا لیزیدنا اللہ اکرم

جیسا کہ میں نے اپنے ابتدائی مضمون میں لکھا تھا۔ تقدیر کا مسئلہ بظاہر بالکل سادہ اور صاف ہونے کے باوجود علمی لحاظ سے بہت باریک مگر پیچدار مسئلہ ہے۔ اور عام لوگوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ اس معاملہ میں دین العجائز پر قائم رہیں اور زیادہ باریک بحثوں میں پڑنے کے بغیر اس بنیادی ایمان پر قائم رہیں کیونکہ یہی ایمان مسئلہ تقدیر کا بنیادی امر ہے کہ ہمارے مادی اور روحانی عالم میں جو قانون بھی جاری نظر آتا ہے۔ وہ سب خدا ہی کا بنایا ہوا ہے۔ کیونکہ ہمارا خدا دنیا کا صرف خالق ہی نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کا حاکم اور منتظم بھی ہے مسئلہ تقدیر کے اس بنیادی اور مرکزی نقطہ سے آگے اتنا گہرا پانی ہے کہ عام انسان اس میں غوطہ کھانے سے بچ نہیں سکتا۔ اور ظاہر ہے کہ غوطہ کھانے والا انسان بسا اوقات ڈوب بھی جایا کرتا ہے۔

دراصل مسئلہ تقدیر کی ساری پیچیدگی چند اصولی باتوں کے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے مگر یہ چند باتیں ایسی خاردار ہیں۔ کہ بسا اوقات ایک اوسط درجہ کا سمجھدار آدمی انہیں سمجھ لینے کے بعد بھی ان کی طرف سے عملاً غافل رہتا۔ اور ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ یہ باتیں مختصر طور پر ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

(۱) یہ کہ خدا کا علم اس کی جاری کردہ تقدیر سے بالکل جداگانہ چیز ہے۔ اگر خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت فوت ہوگا۔ تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ وہ شخص معلوم وقت پر اس لئے فوت ہوا ہے کہ خدا کے علم میں اس نے اس وقت فوت ہونا تھا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ خدا کے علم کی وجہ سے اس شخص کی موت واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ خدا کا علم اس لئے ہے کہ اس کی فلاں وقت موت واقع ہونی تھی۔ اس کی سادہ مثال یوں سمجھی جا سکتی ہے کہ ایک ماہر ڈاکٹر کو اپنے مخصوص علم کی بنا پر یہ اندازہ ہو جائے کہ میرا فلاں مریض دو دن کے اندر مر جائے گا۔ اور پھر یہ مریض واقعی دو دن کے اندر مر بھی جائے۔ (جیسا کہ بعض اوقات ایسے علمی اور فنی اندازے ٹھیک ہو جاتے ہیں) تو اس صورت میں کوئی عقلمند انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مریض اس لئے دو دن میں مر گیا ہے کہ ڈاکٹر نے بتایا تھا۔ کہ وہ دو دن میں مر جائے گا۔ بلکہ لازماً یہی کہنا جائے گا۔ کہ ڈاکٹر کو اس لئے اس کے مرنے کا علم ہو گیا تھا کہ مریض کے حالات کے ماتحت اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ دو دن میں مر جائے گا۔ الغرض مسئلہ تقدیر کے معاملہ میں پہلی بات سمجھنے والی اور یاد رکھنے والی یہی ہے۔ کہ خدائی علم اور خدائی تقدیر کے فرق اور امتیاز کو مد نظر رکھا جائے۔ ورنہ قدم قدم پر ٹھوکر لگنے کا احتمال ہے۔

(۲) دوسری اصولی بات یہ سمجھنے والی ہے کہ تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تقدیر معلق ہے اور دوسری تقدیر مبرم ہے۔ تقدیر معلق تو یہ ہے۔ کہ کسی تقدیر کے ساتھ بعض ظاہر و باطن شرائط وابستہ ہوں۔ مثلاً یہ کہ اگر فلاں مریض کا وقت پر صحیح علاج ہو گیا۔ تو وہ بچ جائیگا ورنہ مر جائے گا (اس جگہ پھر ناظرین علم اور تقدیر کے چکر میں نہ پھنس جائیں۔ کیونکہ وہ جداگانہ سوال ہے) اور دوسری قسم تقدیر کی تقدیر مبرم ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ بات کے ساتھ کوئی شرائط وابستہ نہ ہوں۔ بلکہ وہ بہرحال واقع ہو جانے والی ہو۔ جیسے کہ مطلقاً موت ہے۔ جو بہرحال انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ خواہ جلد ہو یا بدیر۔ اور میں نے اپنے سابقہ مضامین میں اس کی مثال یہ دی تھی۔ کہ جہاں موت کا وقت تقدیر معلق ہے۔ وہاں خود موت اپنی ذات میں تقدیر مبرم ہے۔ یعنی علاج وغیرہ سے اس کا وقت ٹل سکتا ہے۔ مگر مطلقاً موت کبھی نہیں ٹل سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جن علاقوں میں ملیریا وغیرہ کی بیماریوں کے جراثیم زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کے ازالہ اور انسداد کا کوئی موثر ذریعہ میسر نہیں ہوتا۔ وہاں اموات زیادہ واقع ہوتی ہیں۔ لیکن جب ان علاقوں میں ان جراثیم کے مارنے کی تدابیر اختیار کر لی جاتی ہیں۔ تو اموات کی شرح بہت کم ہو جاتی ہے۔ اب غور کرنے کی بات ہے کہ اگر علاج کو بے سود سمجھا جائے اور موت کے وقت کو اسی رنگ میں مقدر قرار دیا جائے جس رنگ میں کہ عوام الناس اسے مقدر سمجھتے ہیں۔ تو انسدادی تدابیر کے باوجود ایسے علاقوں میں اموات میں کمی نہیں ہونی چاہیئے۔

بہرحال یہ وہ دو اصولی باتیں ہیں۔ جو مسئلہ تقدیر کے متعلق یاد رکھنی ضروری ہیں۔ ان کے علاوہ بعض اور باتیں بھی یاد رکھنے والی ہیں۔ مگر موجودہ مضمون کے لحاظ سے غالباً یہی دو باتیں کافی ہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر ہمارے دوست ان دو باتوں کو اچھی طرح سمجھ کر یاد رکھیں گے۔ تو انشاء اللہ وہ اس مسئلہ کی بہت سی الجھنوں سے بچ جائیں گے

اس کے بعد میں اپنے غیر احمدی دوست کے سوال کو لیتا ہوں۔ جو اپنے نوجوان بچے کی وفات پر بے چین ہو کر پوچھتے ہیں کہ:۔

"اگر یہ نظریہ درست تسلیم کیا جائے کہ صحیح اور بروقت علاج سے بیمار بچ سکتا ہے۔ تو پھر ہمارا جو یہ عقیدہ ہے۔ کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ وہ باطل ہو جاتا ہے"

اس شبہ کے جواب میں اول تو یہ بات سمجھ لینی چاہیئے۔ کہ یہ جو خیال کیا جاتا ہے۔ کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ یہ خدا کے علم کے لحاظ سے ہے۔ نہ کہ اس کی تقدیر کے لحاظ سے۔ چونکہ خدا عالم الغیب ہے۔ اور کوئی بات جو آئندہ ہونے والی ہو۔ اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے وہ بہرحال ہر انسان کے متعلق یہ جانتا ہے۔ کہ اس کی موت فلاں وقت واقع ہوگی۔ مگر مندرجہ بالا تشریح کے پیش نظر اس کا مطلب ہرگز نہیں۔ کہ ایک معین وقت پر اس کی موت اس لئے واقع ہوتی ہے۔ کہ خدا کے فیصلہ کے مطابق اس کی موت کا یہی وقت مقرر ہے۔ بلکہ حقیقت اس کے الٹ ہے۔ یعنی یہ کہ خدا کو اس کی موت کے وقت کا اس لئے علم ہے کہ بوجہ عالم الغیب ہونے کے وہ جانتا ہے۔ کہ اس کی موت فلاں وقت ہوگی۔ پس جب یہ کہا جاتا ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے تو اس سے خدا کے علم کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ نہ کہ اس کی تقدیر کی طرف۔ اس تشریح کی روشنی میں صحیح علاج سے بچ جانے یا موت کے وقت کے ٹل جانے پر کوئی اعتراض واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر کسی کا مریض صحیح علاج سے بچ جاتا ہو۔ تو لازماً خدا کا علم بھی اسی کے مطابق ہوگا۔ اور چونکہ ہم نہیں جانتے کہ خدا کے علم میں کیا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہر بیماری میں علاج کی طرف توجہ دیں۔ ورنہ ہم خدا کے پیدا کردہ اسباب سے بغاوت کرنے والے ٹھہریں گے۔

دوسرا جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ چونکہ تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تقدیر معلق اور دوسرے تقدیر مبرم اور اس بات کو صرف خدا ہی جانتا ہے کہ کونسی تقدیر معلق ہے۔ اور کونسی مبرم ہے۔ (سوائے اس کے کہ وہ کوئی بات خود بیان فرمائے)

اس لئے بھی ہمیں بہرحال علاج کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ تا اگر وہ تقدیر معلق ہے۔ تو خدا کے پیدا کئے ہوئے اسباب کے ماتحت ٹل جائے ورنہ ہم صبر کا ثواب کمائیں۔ اور میں اوپر والے نوٹ میں یہ بھی بتا چکا ہوں۔ کہ بے شک موت اپنی ذات میں تو تقدیر مبرم ہے۔ مگر موت کا وقت عام حالات میں تقدیر معلق ہوتا ہے۔ اور صحیح علاج سے ٹل سکتا ہے۔

دراصل جیسا کہ میں نے اپنے مضمون شائع شدہ اخبار الفضل مورخہ ۲۶ راگست ۱۹۵۰ء میں تفصیل سے بیان کیا تھا۔ انسانی موت دو طرح سے واقع ہوتی ہے۔ (۱) ایک کسی حادثہ وغیرہ کے نتیجہ میں جبکہ انسانی جسم کی مشینری تو ابھی مزید زندہ رہنے کے قابل ہو۔ لیکن کسی خطرناک بیماری یا حادثہ کے نتیجہ میں وہ اپنے طبعی وقت سے پہلے ہی ٹوٹ کر ختم ہو جائے۔ جسے عرف عام میں بے وقت موت یا موت قبل از وقت کا نام دیا جاتا ہے۔ (۲) دوسرے انسانی مشینری کے طبعی گھس گھساؤ (Wear and Tear) کے نتیجہ میں موت واقع ہونا جو عرفاً بڑھاپے کی موت یا طبعی موت کہلاتی ہے۔ پس طبعی موت تو بہرحال آئے گی جسے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ گو چونکہ ہر انسانی مشین الگ الگ قویٰ کی حامل ہوتی ہے۔ اس لئے ہر مشین کا گھس گھساؤ کے نتیجہ میں ختم ہونا بھی الگ الگ وقت کا متقاضی ہے۔ مگر بہرحال یہ ایک فطری قانون ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتا۔ کہ ہر انسانی مشین کے لئے ایک وقت پر جا کر ختم ہو جانا مقدر ہے۔ اسی طرح انسان کے لئے ایک نہ ایک وقت مرنا تو بہرحال تقدیر مبرم ہے۔ جس کی طرف قرآن مجید نے ان حکیمانہ الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

"یعنی ہر انسانی جان ایک نہ ایک وقت ضرور موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔"

لیکن دوسری قسم کی موت جو انسانی مشین کے طبعی گھس گھساؤ کے نتیجہ میں نہیں بلکہ خاص بیماری یا حادثہ کے نتیجہ میں آتی ہے۔ اور ویسے ابھی انسانی مشین طبعی رنگ میں مزید چلنے کے قابل ہوتی ہے۔ تو یہ تقدیر معلق ہے جو صحیح اور بروقت علاج سے ٹل سکتی ہے اور اسی کے پیش نظر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ إِلَّا الْمَوْتَ

"یعنی ہر بیماری کے لئے خدا نے کوئی نہ کوئی علاج مقرر رکھا ہے البتہ جب تقدیر مبرم والی موت آجائے۔ تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں۔"

خلاصہ یہ کہ اول تو موت کا وقت مقرر ہونے سے یہ مراد نہیں کہ خدا کی تقدیر یہ ہے۔ یا خدا کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ فلاں شخص فلاں وقت فوت ہو۔ بلکہ اس سے مراد صرف یہ ہے۔ کہ خدا کو اس بات کا علم ہے کہ کسی شخص کی موت کب واقع ہوگی۔ اور جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ خدا کے علم کی بنا پر کسی شخص کو اس کے زندگی کے واقعات میں مجبور نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور نہ اس معاملہ میں کسی قسم کی علمی الجھن پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں خدا کا علم اس کی تقدیر سے بالکل جداگانہ چیز ہے

دوسرے یہ کہ اگر بفرض محال یہی سمجھا جائے کہ خدا نے اپنے حکم سے ہر انسان کے لئے موت کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے تو پھر بھی ہمارا فرض ہے کہ ہر بیماری میں خدا کے پیدا کئے ہوئے اسباب کے ماتحت علاج کی طرف توجہ دیں۔ کیونکہ اپنے محدود اور ناقص علم کی وجہ سے ہم نہیں جانتے کہ آیا کوئی بیماری موت کا پیغام لے کر آتی ہے یا کہ علاج سے ٹل جانے والی ہے۔

اس ضمن میں وہ تیسری بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہیئے۔ جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ جب انسان پر موت دو طرح سے آتی ہے۔ ایک گویا غیر طبعی رنگ میں جبکہ ایک اچھا بھلا جسم کسی سخت حادثہ یا سخت بیماری کی چوٹ کھا کر قبل از وقت ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسرے طبعی رنگ میں جبکہ انسانی جسم اپنا واجبی عمر پوری کر کے طبعی گھس گھساؤ کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے۔ تو اول الذکر صورت میں (یعنی طبعی عمر سے قبل) تو علاج بہرحال ضروری ہے۔ تاکہ انسانی جسم کو قبل از وقت ٹوٹنے سے بچایا جائے۔ اور ایک ایسی زندگی کو جو دنیا کے لئے مفید ہے یا مفید ہو سکتی ہے۔ غیر طبعی رنگ میں ختم ہونے سے روکا جائے۔ اور دوسری صورت میں بھی بہرحال علاج کی طرف سے غفلت برتنا درست نہیں۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ کسی انسان کی طبعی عمر کتنی ہے اور یہ کہ اس کے جسم کی مشینری طبعی رنگ میں کب ختم ہونی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ ہم ایک اسی سالہ بوڑھے کے متعلق سمجھیں کہ وہ اپنی طبعی عمر پوری کر چکا ہے۔ لیکن ابھی اس کے قویٰ میں ایسی دمق باقی ہو کہ مناسب علاج اور مناسب خوراک کے ذریعہ وہ دس بیس سال اور زندہ رہ جائے۔ اور بزرگوں کی خدمت اور ان کی زندگی کو آخر دم تک خوشحال رکھنے کا مقدس فریضہ بہرحال مزید برآں ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اس اہم اور نازک مضمون پر میرا یہ مختصر نوٹ ہمارے معزز دوست کی علمی تسلی کا موجب ہوگا۔ لیکن اگر انہیں اب بھی پریشانی رہے۔ تو بہتر ہوگا کہ وہ اس مسئلہ کی باریکیوں میں جانے کے بغیر صرف یہ سادہ عقیدہ رکھیں۔ کہ بہرحال دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے قانون اور حکم کے تابع ہے۔ اور یہ کہ خواہ کچھ ہو۔ اس کا حکم بہرحال میں دنیا کی مجموعی بہبودی اور خوشحالی کے اصول پر مبنی ہے۔

بالآخر میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس دوست کا ان کے صدمہ میں حافظ و ناصر ہو اور اپنی وسیع رحمت سے ان کے دل پر مرہم کا پھایہ رکھے۔ اور اس سے بڑھ کر مرہم کا پھایہ کونسا ہوگا۔ جو ہمارا رحیم و کریم خدا قرآن مجید میں خود بیان فرماتا ہے:-

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ.

"یعنی اے رسول تو صبر کرنیوالے مسلمانوں کو ہماری طرف سے بشارت دے۔ ہاں وہی صابر و شاکر بندے جنہیں اگر ہمارے قانون قضا و قدر کے ماتحت کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو ان کے دل و زبان سے اس کے سوا کوئی آواز نہیں اٹھتی کہ ہم سب خدا کے ہیں۔ اور ہم سب بالآخر اسی کی طرف جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی طرف سے خاص برکتیں اور خاص رحمتیں نازل ہوں گی۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جو سیدھے ہماری طرف آنے والے ہیں۔"

اس سے بڑھ کر کسی زخمی دل کے لئے کونسی مرہم ہو گی؟ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۲۷/۱۱/۵۳

خدمتِ اسلام کے لئے اپنے مالوں کو قربان کرو

(ارشاد مصلح موعود)

عہدیداران مال جماعتہائے احمدیہ ہندوستان توجہ فرمادیں

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے مالی سال ۵۴-۱۹۵۳ء کا نصف ۳۱ ر اکتوبر ۱۹۵۳ء کو ختم ہو چکا ہے۔ اس چھ ماہ کے عرصہ میں جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کی طرف سے آمدہ چندہ جات کو ان کے منظور شدہ بجٹ سالانہ سے موازنہ کر کے اس بارہ میں ایک تفصیلی چٹھی ہر جماعت کے پریذیڈنٹ اور سیکرٹری مال کی خدمت میں بھجوائی جا رہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر جماعت کو اپنے منظور شدہ بجٹ کے مطابق اس چھ ماہ کے عرصہ میں کسقدر چندہ ادا کرنا چاہیئے تھا۔ کسقدر چندہ وصول ہوا اور کسقدر رقم جماعت کے ذمہ بقایا ہے۔ مجموعی طور پر جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایک جماعتوں کی طرف سے تدریجی بجٹ کی نسبت چندہ وصول نہیں ہو رہا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان جماعتوں کے ذمہ ہر ماہ بقایا بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ادائیگی چندہ جات کی یہ پوزیشن افسوسناک ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ جماعت کے عہدیداران مال وصولی چندہ کیلئے صحیح رنگ میں کوشش کریں اور انہیں کامیابی نہ ہو۔ اگر عہدیدار صاحبان خود چندوں میں باقاعدگی اختیار کر کے اپنا عملی نمونہ پیش کریں اور وصولی چندہ جات کیلئے پوری جدوجہد فرما دیں۔ دوستوں سے بار بار تقاضا کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ مشخصہ بجٹ کے مطابق وصولی نہ ہو سکے۔ جو دوست سست۔ نادہند، بے شرح اور بقایا دار ہوں ان کی اصلاح کیلئے مقامی طور پر پوری کوشش کرنے کے بعد معاملہ معین سفارش کے بعد نظارت ہذا میں بھجوائیں تاکہ مرکز کی طرف سے بھی ایسے احباب کی اصلاح کیلئے کوشش کی جائے۔

خدمتِ دین کا موقعہ ملنا اور اس سے پوری طرح فائدہ اٹھانا اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ عہدیداران مال کو چاہیئے کہ وہ پورے فرض شناسی سے کام لیتے ہوئے اپنی ذمہ واریوں کو ادا کریں۔ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے یقیناً خود اس کی ترقی اور کامیابی کیلئے سامان پیدا کرتا رہا ہے اور پیدا کرتا رہیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مگر مبارک ہے وہ جس کو خدمت کی توفیق میسر ہو اور وہ اس موقعہ سے پوری طرح فائدہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے انعامات حاصل کرنیوالا بنے۔ سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو مجھے روپیہ کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے لئے تم سے کچھ نہیں مانگتا۔ میں خدا کیلئے اسکے دین کی اشاعت کیلئے تم سے مانگ رہا ہوں۔ اگر تم چندہ میں حصہ نہیں دو گے تو خدا خود اپنے دین کی ترقی کا سامان کریگا۔ مگر میں ڈرتا ہوں کہ تم دین کی ترقی میں حصہ نہ لیکر گنہگار نہ ہو۔ پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس موقعہ کو غنیمت سمجھو اور خدمت اسلام کے لئے اپنے مالوں کو قربان کر دو۔ جو شخص تکلیف اٹھا کر اس خدمت میں حصہ لیگا۔ میں اسکو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ دعا کر چکے ہیں۔ کہ اے خدا جو شخص تیرے دین کی خدمت میں حصہ لے تو اس پر اپنے فضلوں کی بارش نازل فرما۔ اور آفات اور مصائب سے اسے محفوظ رکھ پس جو شخص جو اس میں حصہ لیگا۔ اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا سے حصہ ملیگا اور پھر میری دعاؤں میں بھی وہ حصہ دار ہوگا۔ . . . . جو لوگ زیادہ حصہ لے سکتے ہیں انہیں میں کہتا ہوں کہ میری مدبندیوں کو نہ دیکھو۔ خدا تعالیٰ کے پاس غیر محدود ثواب ہیں۔ اگر تم زیادہ قربانی کرو گے تو زیادہ ثواب کے مستحق بنو گے۔"

(الفضل صفحہ ۱۹ رجنوری ۱۹۴۰ء)

امید ہے کہ عہدیداران مال نہ صرف یہ کہ احباب جماعت کے ذمہ سابقہ بقایا چندہ جات کی رقوم وصول کر کے جلد از جلد مرکز میں ارسال فرمائیں گے۔ بلکہ ماہ جماعت کے منظور شدہ بجٹ کے مطابق ماہوار رقوم چندہ جات باقاعدگی سے بھجواتے رہیں گے۔

(ناظر بیت المال قادیان)

جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام ملک کے طول و عرض میں
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے
غیر مسلم معززین کی شمولیت

سری پار (اڑلیسہ) گو مرکز کی طرف سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ کے انعقاد کی تاریخ ۲۰ نومبر ۱۹۵۳ء مقرر تھی۔ لیکن مرکز کی اجازت سے بعض مقامی حالات و سہولیات کے پیش نظر ۱۵ نومبر کی تاریخ مقرر کی گئی۔ انعقاد جلسہ کے کئی روز پیشتر اڑیہ زبان میں اشتہارات چھپوا کر کثرت سے تقسیم کئے جاتے رہے۔ چنانچہ مورخہ ۱۵ نومبر بعد دوپہر ایک معزز ہندو بابو کرشن چندرا کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور اڑیہ میں نظم خوانی کے بعد مکرم مولوی سید صمصام الدین احمد صاحب مبلغ نے جلسہ سیرت النبیؐ کی ضرورت اور اس کی اہمیت پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ ۱۹۲۸ء سے شروع ہی سے ملک کی مذہبی فضاء مکدر ہو رہی تھی جماعت احمدیہ کے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے کمال دوراندیشی کے ساتھ ہندو مسلم تنافر دور کرنے اور مذہبی راہنماؤں کی حقیقی عزت و تکریم لوگوں کے دلوں میں قائم کرنے کے لئے ایسے جلسوں کی بنیاد ڈالی۔

بعدہٗ صدر جلسہ نے اڑیہ زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر اپنا لکھا ہوا مضمون سنایا جس میں آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر پون گھنٹہ میں روشنی ڈالتے ہوئے ثابت کر دیا کہ آپ نے خاص محنت اور دلچسپی کے ساتھ اپنے مضمون کو پہلے سے تیار کیا تھا۔ بعد ازاں شری پنڈت بالکشن مینا اور شری پنڈت اودیا ناتھ مصرو بابو سری انتر جیا سی ستپتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر دلچسپ اڑیہ تقریریں کیں۔ اس کے بعد مکرم مولوی سید صمصام الدین احمد صاحب مبلغ مقامی نے اڑیہ زبان میں اپنی ایک مختصر تقریر میں ہندو دھرم کے ایک فرقہ "پرنام پنتھ" والوں کی جو گہری دلچسپی اور عقیدت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے ہے تفصیل سے بیان فرمائی۔ پھر ایک معزز کشمیری پنڈت نے اپنے خیالات منظوم کلام میں پیش کئے جسے مسلم و غیر مسلم طبقہ نے غور سے سُنا۔ بعدہٗ اور غیر احمدی حضرات منشی عبدالغفور صاحب اور منشی مظہر محمد صاحب کی بھی مختصر تقاریر ہوئیں۔ اس کے بعد خاکسار نے اردو زبان میں تقریر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور رواداری و عالمگیر امن کو بیان کیا۔

بالآخر صدر جلسہ نے اپنی اختتامی تقریر میں مقامی جماعت احمدیہ کی مساعی کی بہت تعریف کی اور کہا کہ اس قسم کے پوتر جلسے ہمیشہ ہونے چاہئیں جس میں اوتاروں اور پیغمبروں کے حالات کو سن کر لوگوں کے اندر روحانی تبدیلی پیدا ہو۔

اس طرح بفضلہ تعالیٰ یہ جلسہ کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

(خاکسار خلیل الدین احمد جنرل سکرٹری جماعت احمدیہ سری پار و پدن پدہ)

حیدر آباد دکن مورخہ ۱۴/۱۱/۵۳ بروز شنبہ بوقت ۶½ بجے شب احمدیہ جوبلی ہال افضل گنج میں جماعت احمدیہ حیدر آباد و سکندر آباد کے زیر اہتمام عالی جناب مولوی مرتضےٰ خاں صاحب ریٹائرڈ جج ہائی کورٹ کی صدارت میں جلسہ سیرت النبی منعقد ہوا۔ جس میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر مختلف مذاہب کے ممتاز مقررین نے پُر از معلومات اور ایمان افروز تقاریر فرمائیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوئی۔ بعدہٗ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیہ اشعار خوش الحانی سے سنائے گئے۔

پہلے مولانا حافظ ابو یوسف صاحب معتمد جمعیت العلماء دکن نے تقریر فرمائی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر مذہبی رواداری کا ذکر کرتے ہوئے حضور کی رواداری کے متعدد واقعات بیان فرمائے۔

دوسری تقریر مولوی فضل الدین صاحب مبلغ سلسلہ نے فرمائی آپ نے آنحضرتؐ کی پاک تعلیم کا ذکر فرماتے ہوئے بتایا کہ اسلام اپنی خوبیوں اور تعلیم کی برتری کی وجہ سے اکناف عالم میں پھیلا۔

تیسرے نمبر پر مکرم حکیم محمد دین صاحب مبلغ سلسلہ نے یتامیٰ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے عنوان پر تقریر فرمائی جس میں آپ نے یہ دلائل بعض غیر مسلموں اور مغربی مستشرقین کے خیال کو رد کیا۔ جو سمجھتے ہیں کہ یہ تعلیم آسمانی نہیں بلکہ آپ کی خود ساختہ ہے اور ردِ عمل کے طور پر ہے۔ نیز قرآن سے یتامیٰ کے بارہ میں تعلیم کی خوبی کو خلوص ظاہری۔ عقلی و نقلی براہین کے ساتھ پیش کر کے اس کے آسمانی ہونے کا ثبوت پیش کیا۔

چوتھی تقریر مسٹر بی۔ این چوبے بی۔ اے ایل۔ ایل بی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ نے کی۔ جو مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لئے دلچسپ تھی انہوں نے ہندو مذہب۔ عیسائی مذہب اور اسلام کا لطیف موازنہ کیا۔ اور دونوں مذاہب کی مثال ایک کٹ دہ سڑک سے دی جس کے لئے میونسپلٹی نے روشنی کا انتظام نہ کیا ہو اور پبلک کو گرنے اور بھٹک جانے سے بچانے کی صورت نہ کی ہو۔ اسلام کی مثال اس سڑک سے دی جس کے چاروں طرف روشنی ہی روشنی ہو۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا بھی ذکر کیا۔ آخر میں عمدہ پیرایہ میں قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر ویدک شرتیوں سے مطابقت دیتے ہوئے پیش کی اور ثابت کیا کہ قرآنی تعلیم جو اپنی ذات میں اصلی اور اصلی ہے۔ دوسری تعلیموں کی خوبیوں کی منکر نہیں۔

پانچویں تقریر شریمتی سروجنی نائیڈو صدر لیبر یونین کی ہوئی۔ جو اپنے اکلوتے بیٹے کی وفات کے سانحہ کے باوجود مکرم امیر صاحب کی درخواست پر جلسہ میں شریک ہوئیں۔ فرطِ غم کی وجہ سے زیادہ تقریر نہ کر سکیں۔ البتہ اختصار کے ساتھ عورتوں کے متعلق آنحضرتؐ کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے عورتوں کی اتنی قدر بڑھا دی ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یعنی ماں کے قدم کے نیچے جنت کی تعلیم دے کر ان کے مقام کو بہت بلند کر دیا ہے۔ درحقیقت عورت کو اسلام ہی نے شریک قرار دیا ہے۔

چھٹی تقریر سردار سیوا سنگھ صاحب وکیل ہائیکورٹ کی تھی۔ مگر بوجہ مجبوری تشریف نہ لا سکے۔ ان کی جگہ محترم سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت نے آنحضرتؐ کے کامل انسان ہونے کے متعلق بعض غیر مسلم لیڈروں کے اقوال سے ثابت کیا۔ اور آخر میں اس تقریب کے تقدس کے مدنظر درود شریف کا فلسفہ قرآنی آیت سے پیش کر کے حاضرین کو بھی اس طرف توجہ دلائی۔

بالآخر صدر محترم نے اپنی صدارتی تقریر میں حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق آیت قرآنی تلاوت کر کے تبلایا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں تو بنی نوع انسان پر بے شمار احسانات فرمائے ہیں۔ لیکن سب سے بڑا احسان اس عظیم الشان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔ جس سے انہیں ضلالت کے گڑھے سے نکال کر عروج کے بلند میناروں تک پہنچا دیا۔

خدا کے فضل سے تمام تقاریر کے دوران میں ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بلکہ ہال میں گنجائش نہ ہونے کے باعث کثیر التعداد اصحاب سڑک پر کھڑے ہو کر جلسے کی کارروائی سُنتے رہے۔ مستورات کافی تعداد میں موجود تھیں بلکہ بعض معزز غیر مسلم اور غیر احمدی خواتین بھی آخر تک جلسہ میں موجود رہیں۔ جلسہ میں زیادہ تر تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ حاضر تھے جنہوں نے نہایت مستقل مزاجی سے آخر تک جلسہ کی تمام کارروائی سُنی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(خاکسار محمد عبدالقادر صدیقی سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ حیدر آباد دکن)

سرینگر میں قیام کا انتظام

جملہ احباب احمدیہ ہند و کشمیر کی خدمت میں اطلاع ہے کہ تحصیل خاص اور پولیس ٹریننگ سکول کے وسطی قطعہ میں مسجد احمدیہ کے رقبہ پر دو کمرے تعمیر شدہ ہیں۔ ایک اغراض مسجد اور دوسرا ضروریات مہمانخانہ کو پورا کرتا ہے آجکل ہر دو کمرے فارغ ہیں۔ جماعت سرینگر نے بستر مہیا کرنے کا بھی وعدہ کیا ہے۔ اس لئے آپ کو جب بھی سرینگر جانے کا اتفاق ہو مسجد پر ضرور تشریف لے جایا کریں۔ اور حتی الوسع نمازیں وہاں ہی ادا کیا کریں۔ نیز اطلاع ہے کہ حکیم محمد سعید صاحب مبلغ سری نگر امیرا کدل ماشمہ بازار صلاح بلڈنگ میں نزول فرما ہیں۔ اور مکرم غلام نبی صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ امیرا کدل کے متصل ہی برلب دریا دکان پر ہوتے ہیں۔ جماعتی اغراض و مقاصد اور باہمی تعلقات کی استواری کے لئے ہر دو سے ملنے کی کوشش فرمایا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور دین و دنیا کی برکات سے متمتع فرمائے آمین۔

نوٹ:- طعام کا بندوبست حسب دستور سابق آپکے اپنے ہی ذمہ ہے البتہ مسجد کا محافظ اسداللہ اسبارے میں آپ کی مناسب امداد کرے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

خاکسار عبدالواحد امیر جماعت احمدیہ کشمیر آسنور

تازیانہ عبرت

از مکرم حکیم محمد سعید صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ سرینگر

آنحضرت صلعم نے امت کو بروقت خبردار فرمایا تھا اور واضح لفظوں میں اظہار فرمایا کہ جب تمہارا ایمان کم ہو تو اُس مومن کا مقابلہ نہ کرنا جو خدا کے نور سے فیضیاب ہوگا۔ یعنی ایک طرف وہ وحی الہام سے مشرف ہوتا ہے۔ دوسرے وہ سراسر نور اللہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کا مقابلہ کرے گا تو وہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے جنگ متصور ہوگی۔ جس کا نتیجہ ذلت و خواری ہوگی

ایک طرف یہ تاکیدی ہدایت تھی کہ مومن کا مقابلہ نہ کرنا۔ دوسرے یہ عظیم الشان پیشگوئی تھی جو لفظاً و معناً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں پوری ہوگئی۔

حضور نے جب بالہام الٰہی امام الزمان اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ جو ایمان باللہ کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا۔ تو بڑے بڑے علماء و زاہدین اور درویشان جبہ دار جو آجکل کشمیر کی سرزمین میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جو قبل ازیں ایمان کا دم بھرنے والے تھے مقابلہ پر میدان میں آگئے نصف صدی سے جنگ جاری ہے شدید سے شدید حملے کئے گئے۔ بڑے بڑے طوفان اُٹھائے گئے۔ مگر نتیجہ وہی ہوا کہ شکست پر شکست آئی۔ ذلت پر ذلت اٹھائی۔ حالیہ فسادات پنجاب میں بھی اس پیشگوئی کا امتحان ہوگیا اور نتائج ظاہر ہیں۔ ہمارے ہاں تو ہر مجلس اسی تذکرہ سے گرم ہوتی ہے۔ اب تو دبی زبان سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے علماء کا طریق کار بہتر نہ تھا۔ مگر جب علماء نے فتوے کفر لگا کر ابتداء کی اور لیکچروں سے ساری قوم کو گرمایا آپ کی جماعت کے خلاف مخالفت کی وہ آگ تیار کی گئی کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کفر دونے اُس قدر تیار کی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت (جماعت احمدیہ) سب کے ساتھ نماز پڑھتے مگر یہی علماء اس کو برداشت نہ کر سکے۔ اگر کسی احمدی کو اپنی مسجد میں نماز ادا کرتے ہوئے پایا تو زد و کوب کر کے مسجد سے باہر نکال کر دم لیا مسجدوں پر اشتہار لگا دیئے کہ اہل اسلام کی مساجد میں مرزائیوں کو (احمدیوں کو) نماز ادا کرنے کا حق نہیں ہے۔ اگر کوئی بھولا ہوا چلا بھی جاتا تو مار مار کر بے ہوش کر دیا جاتا۔ اور مسجد کو دھویا جاتا جیسے برہمنوں کے مندر میں شودر چلا گیا ہو کچھ عرصہ کی بات ہے اور مجھے خوب یاد ہے کہ بھاٹی گیٹ لاہور کا ایک نور شاہ مولوی اپنی مسجد دُھلا رہا تھا میں نے شور و واویلا سنا مرقعہ

پر جاکر یہ سُنا کہ ایک خنزیر مسجد میں آگیا تھا جس سے مسجد پلید ہوگئی اور مولوی صاحب نے دھونے کا حکم دیدیا ہے۔ میں پھر بھی حیران رہا کہ خنزیر جنگل سے کیسے آیا اور ایسے گنجان شہر سے ہو کر اس محلہ میں ہی آنا تھا بالآخر معلوم ہوا کہ ایک احمدی نماز کی ادائیگی کے لئے آگیا تھا وہ بھی بے چارہ ناواقف مسافر تھا۔ میں اس وقت احمدی نہ تھا مگر اس بات سے میرے دل پر سخت چوٹ لگی۔ ان مسلمانوں کی بدسلوکی پر نلیمدگی میں بہت رو دیا۔ حتیٰ کہ کئی ایسے واقعات نے مجھے غور کرنے پر مجبور کیا۔ اور مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ وہی علماء ہیں جن کا ذکر حدیث قدسی میں ہے) نہ صرف یہ بلکہ علماء نے یہ فتویٰ بھی دیا کہ اہل اسلام کے قبرستانوں میں مرزائیوں (احمدیوں) کو دفن کرنے کا حق نہیں۔ فتوے صادر ہوتے ہی عملدرآمد شروع ہوگیا۔ قبرستانوں میں جگہ نہ دی جاتی اور اگر حکومت نے دخل دے کر کہیں دفن ہونے دیا تو مولویوں نے لاش قبر سے نکال کر بے حرمتی کی۔ پھر رشتوں کے متعلق بھی علماء ہی نے پہلے سوال پیدا کیا۔ احمدیوں کو رشتہ دینا اور اُن سے رشتہ لینا قطعی حرام قرار دیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ احمدیوں کی منکوحہ بیویوں کو اُن سے چھین لیا گیا۔ معصوم بچوں کو ماؤں سے جدا کیا گیا

جماعت کا معتدبہ حصہ مولویوں کے ظلم سے تنگ آکر ہجرت کرنے پر مجبور ہوگیا۔ زن و فرزند تو مولویوں نے ہی چھین لئے تھے۔ گھربار جائیداد، رشتہ داریاں وطن وغیرہ ترک کرنے پڑے۔ افسوس ان خونخوار مولویوں نے احمدیوں کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور اس بیچاری جماعت کے لئے ضاقت علیهم الارض بما رحبت کی حالت ہوگئی!!

باوجودیکہ قوم میں امراء، وزراء، بڑے بڑے سیاست دان، وکلاء اور بیرسٹر موجود تھے۔ اصلاحی سوسائٹیاں اور انجمنیں قائم تھیں۔ مگر افسوس اس وقت کسی کو ایسے مظالم کے خلاف آواز اُٹھانے کی توفیق نہ ملی بلکہ سب ہی خاموش تماشہ دیکھتے رہے۔ اور قوم کی عزت و ناموس کو لٹتے اور برباد ہونے دیا۔

بلکہ ایک مسلم حکمران نے تو کھلی درندگی اور بربریت کا ثبوت دیا کہ غریب اور نہتے احمدیوں کو علماء سے مل کر سنگسار کروا دیا۔ اور زمین کو احمدیوں کے خون سے سرخ کرنے اور مجموعی رنگ میں زمین پر فساد اور خونریزی کو مباح کرنے کی ترغیب دی بادشاہ وقت خود مقتل میں سینکڑوں آدمیوں

کی معیت میں تشریف لے جاکر سنگساری کی رسم کو ادا کرتے ہیں۔ اس وقت بھی کسی کو احساس نہ ہوا کہ افغانستان کی سرزمین میں کیا ہو رہا ہے۔ ایسے دردناک مواقع پر شدت کرب سے دوچار ہو کر اگر کبھی کسی احمدی سے کوئی چیخ نکل جاتی تو اُلٹا احمدیوں کو بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ کیوں آواز نکالتے ہیں۔ افسوس ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

عجب اسلام کا مظاہرہ ہے۔ جس میں مظلوم کو بولنے اور انہیں مصیبت کے اظہار کی بھی اجازت نہیں اور بڑی متانت سے کہا جاتا ہے کہ احمدیوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں سے کاٹ رکھا ہے!!

حدیث بالا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت وجود میں بھی کئی طرح پوری ہوئی مگر سال رواں میں فسادات پنجاب میں شان و شوکت سے ساتھ پوری ہوئی جو لوگ برملا مقابلہ پر آئے ذلیل و خوار ہوئے۔ حضور ہی کی فراست سے مخالفین کے حمائد اوپر سے نیچے مجرمین کی صف میں کھڑے ہوگئے۔ انہی کے تدبر سے ساری دنیا میں احمدیت کے گھر گھر چرچے ہونے لگے۔ انہی کے دم قدم سے سلسلہ حقہ کی تبلیغ ساری دنیا کے کنارہ تک پہنچ گئی اور وہ کام جو لکھوکھہا افراد جماعت مل کر نہ کر سکتے تھے ہوگیا اور مٹھی بھر جماعت ساری دنیا پر پھیل گئی (اللّٰھم زد فزد)

کاش مخالفین کو علم ہوتا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش سے پہلے اپنی مقدس وحی میں فرمایا ہے:-

"اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہے ہم اُس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا"

(تذکرہ ۱۴۰-۱۴۱ ۱۸۸۶ء)

اے خدا اب بھی اپنے بندوں کی آنکھیں کھول دے تا وہ تعصب سے دور ہو کر شائستگی اور سنجیدگی سے تیرے فضل اور نور و رحمت کے نزول کو پہچان سکیں اور تا تیرے غضب کا مزید نشانہ نہ بنیں اور تیرے پاک و برتر نبی کی پاک حدیث اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله کو سمجھیں اور اس کی نافرمانی کے مضرات سے بچیں۔ ؎

از سرِ وعظ و نصیحت ایں سخن گفتہ ایم
تا مگر زیں مرہمے بہ گردد آں زخمے خراب

(درثمین فارسی)

برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے ملک ہند میں مختلف قوموں کے باہمی افتراق کو دور کرنے کیلئے ۱۹۲۸ء میں تجویز فرمائی کہ سال میں ایک دن ملک کے ہر شہر اور ہر قصبہ میں مختلف مذاہب کے متبعین ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو کر حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ السلام کی سیرت اور حالات سنانے کیلئے جلسہ کیا کریں تا آپس کی دوری کم ہو اور ایک دوسرے سے متعلق محبت اور شناسی کے جذبات پیدا ہوں۔ خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ آج تک سلسلہ اس پر عمل پیرا ہے۔ چنانچہ کئی شریف اور معزز ہندو، سکھ، عیسائی صاحبان ان جلسوں میں شریک ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اور پاک تعلیم اور نیک کارناموں کے حالات سناتے ہیں جماعت احمدیہ کی دیکھا دیکھی دوسرے مسلمانوں نے بھی اس طرف توجہ کی اور اب عید میلاد النبی کے موقع پر جلسہ ہائے سیرۃ النبی منعقد کرتے ہیں اور یہ امر باعث مسرت ہے کہ ملک کے غیر مسلم معززین بھی اظہار خیالات فرماتے ہیں۔ چنانچہ ۲۰ نومبر کو عید میلاد النبی کے موقعہ پر لکھنؤ میں انجمن فردوس ادب کے زیر اہتمام جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل غیر مسلم معززین کے حسب ذیل پیغامات سنائے گئے۔

(۱) ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیہ گورنر مدھیہ پردیش نے اپنے پیغام میں کہا کہ "نبی اکرم کا پیغام دنیا اور آخرت دونوں کے لئے تھا۔ حضور کے خود رشتہ دار اُن کے خلاف ہوگئے۔ لیکن اس کے باوجود وہ دنیا کے بادشاہ بھی بنے اور دلوں کے بادشاہ بھی۔ جس نتیجہ کو انہوں نے نقیبین کی وہ برگد کے درخت کی طرح پھیلا اور اسکے ماننے والے مراکش اور الجزائر سے لیکر انڈونیشیا تک پھیل گئے۔"

(۲) مسٹر کے ایم منشی گورنر یو۔ پی نے اپنے پیغام میں کہا:۔ "جمہوریت کے سب سے بڑے علمبردار کے یوم پیدائش کے دن میرے مسلمانوں میں حضور کے یہ الفاظ گونج رہے ہیں کہ "تم سب لوگ بھائی بھائی ہو"۔ (۳) پنڈت گووند بلبھ پنت نے اپنے پیغام میں نبی اکرم کو "رہ اعظم" سے تعبیر کیا۔ اور کہا کہ حضور کی تعلیمات میں اتحاد اور یکجہتی پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے۔ (۴) مسٹر حکم سنگھ وزیر صنعت و رنت یو۔ پی نے کہا:۔ نبی اکرم نے سچائی امن اور بھائی چارہ کا پیغام دیا اسلئے یہ بالکل درست ہے کہ ایسی جہان ہستی کا یوم پیدائش شاندار طریقے سے منایا جائے۔" (حوالہ ماخوذ از الجمعیت دہلی ۲۳ نومبر ۱۹۵۲ء)

خلاصہ کارگذاری لجنات اماءاللہ ہند

بابت ماہ اگست تا اکتوبر ۱۹۵۳ء

باوجود بار بار یاددہانی کے بھارت کی لجنات اماءاللہ میں سے صرف چند کی طرف سے رپورٹیں موصول ہوئی ہے۔ جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

۱۔ لجنہ اماءاللہ قادیان۔ لجنہ اماءاللہ قادیان کا اجلاس ہر اتوار کو ہوتا ہے۔ جس میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کے علاوہ چالیس جواہر پارے حدیث میں سے ایک حدیث بہنوں کو سنا کر اچھی طرح ذہن نشین کرائی جاتی ہے۔ کچھ عورتوں سے اسی وقت سنی جاتی ہے تاکہ یاد ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کشتی نوح کا درس جاری ہے۔ اس کے علاوہ ممبرات مختلف دینی مسائل پر مضامین سناتی اور تقریریں کرتی ہیں۔ شعبہ تعلیم کے زیر انتظام کچھ عورتیں قرآن مجید باترجمہ پڑھ رہی ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ پہلا پارہ ختم کر چکی ہیں۔ عرصہ زیر رپورٹ میں نماز باترجمہ کا امتحان لیا گیا۔ جس میں پندرہ مستورات نے سو فیصدی کامیابی حاصل کی۔

شعبہ مال۔ مبلغ ۲۲/۶/ روپے تین ماہ کا چندہ وصول کیا گیا۔ نیز چندہ جلسہ سالانہ مبلغ ۱۸/۴/ خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جمع کرا دیا گیا۔ باقی وصول ہو رہا ہے۔

شعبہ ناصرات الاحمدیہ۔ ناصرات الاحمدیہ کا اجلاس ہر پیر کو ہوتا ہے: بچیاں بہت شوق سے حصہ لیتی ہیں۔ اور سب باقاعدہ حاضر ہوتی ہیں۔ بچیوں کی دلچسپی بڑھانے کے لئے پروگرام میں کہانی اور لطیفے رکھے جاتے ہیں۔ آخر میں سیکرٹری صاحبہ نصائح کرتی ہیں۔ مقررہ نصاب پر عمل کروا رہی ہیں۔ چونکہ بچیاں عمر میں زیادہ چھوٹی ہیں۔ اس لئے اس عرصہ میں نماز سادہ۔ نظم کبھی نصرت نہیں تھی در مولیٰ سے گندوں کو، اور اربعین اطفال میں سے دو حدیثیں زبانی یاد کروائی گئیں۔ اس کے علاوہ بعض بچیاں چھوٹے چھوٹے مضمون بھی پڑھ کر سناتی ہیں۔

۲۔ لجنہ اماءاللہ بنگلور۔ تعداد ممبرات ۲۰۔ لجنہ اماءاللہ بنگلور کا اجلاس ہر ماہ ہوتا ہے جس میں بعض غیر احمدی مستورات کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ مختلف دینی مسائل پر مضمون پڑھے جاتے ہیں۔ آخر میں غیر مسلم عورتوں کو تبلیغ کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس وقت سات عورتیں باقاعدہ زیر تبلیغ ہیں۔ مبلغ ۳/۸/۶ روپے چندہ وصول کیا گیا

شعبہ خدمت خلق کے ماتحت جو بہنیں لکھنا نہیں جانتیں ان کے خطوط لکھ کر دیئے جاتے رہے۔ غریبوں کی امداد کی جاتی رہی۔

۳۔ لجنہ اماءاللہ بہرام پور بنگال۔ تعداد ممبرات ۱۲۔ لجنہ اماءاللہ بہرام پور کے تین تربیتی اجلاس منعقد ہوئے اور ایک تبلیغی جلسہ کیا گیا۔ ماہ اگست میں موازی ۱۴/۱/ چندہ وصول کیا گیا۔

شعبہ ناصرات الاحمدیہ۔ تعداد ممبرات ۸۔ کچھ بچیاں قاعدہ یسرنا القرآن اور کچھ قرآن مجید سادہ اور اردو اور بنگالی قاعدے پڑھ رہی ہیں۔

شعبہ تعلیم۔ دو عورتیں پہلا پارہ باترجمہ۔ ایک عورت اردو کتب پڑھ رہی ہے۔

۴۔ لجنہ اماءاللہ حیدرآباد دکن۔ لجنہ اماءاللہ حیدرآباد کی اگست اور ستمبر کی رپورٹ موصول ہوئی۔ اور تربیتی اجلاس اور ایک تبلیغی جلسہ کیا گیا۔ جس میں چار غیر احمدی عورتیں بھی شریک ہوئیں۔ دوسرے مضامین کے علاوہ اسلام کی حقیقت اور قرآن مجید کی سچائی پر روشنی ڈالی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا خطبہ بھی پڑھ کر سنایا گیا۔

شعبہ مال۔ چندہ ممبرات لجنہ ۶/۷/۱۔ غرباء فنڈ ۲/-/۲ - درویش فنڈ ۳۲/۱۲/ - چندہ عام ۱/۴/- وصول کیا گیا۔

خدمت خلق کے ماتحت ایک بیوہ لڑکی کی شادی کے وقت امداد کی گئی۔

لجنہ چنتہ کنٹہ سے بذریعہ حیدرآباد رپورٹ ملی ہے کہ وہاں ۱۳ مستورات قاعدہ یسرنا القرآن پڑھ رہی ہیں۔ اور دس گھروں میں تبلیغ کی گئی۔ برائے مہربانی آپ خود لجنہ قادیان سے تعلق پیدا کریں۔

۵۔ لجنہ اماءاللہ بھاگلپور۔ تعداد ممبرات ۲۰۔ صرف اگست کی رپورٹ ملی۔ ایک اجلاس کیا گیا۔ ٹریکٹ مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور مصباح سے مضامین پڑھ کر سنائے گئے۔ ماہ اگست میں موازی بارہ آنے چندہ وصول ہوا۔

ناصرات الاحمدیہ۔ تعداد ممبرات ۷۔ باترجمہ نماز کا امتحان لیا گیا دو لڑکیاں کامیاب ہوئیں۔

شعبہ تعلیم۔ ایک غیر احمدی بہن قرآن کریم ناظرہ اور دو غیر احمدی بچیاں قاعدہ یسرنا القرآن پڑھ رہی ہیں۔

۶۔ لجنہ اماءاللہ کالیکٹ۔ صرف یہ رپورٹ ملی ہے کہ ماہ ستمبر میں دو اجلاس کئے گئے۔ امید ہے مکمل رپورٹ جلد بھجوائی جائے گی۔

۷۔ لجنہ اماءاللہ کیرنگ۔ تعداد ممبرات ۸۰۔ تین ماہ میں چار اجلاس کئے گئے۔ اخلاق حاتون، کشتی نوح اور اخبار بدر میں سے خطبہ جمعہ پڑھ کر سنایا گیا۔ حاضری ساٹھ کے قریب ہوتی ہے۔

شعبہ خدمت خلق کے ماتحت بیماری میں امداد اور خدمت کی جاتی ہے۔ بیوہ عورتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

شعبہ تعلیم۔ بعض عورتیں قاعدہ یسرنا القرآن اور اردو لکھنا پڑھنا سیکھ رہی ہیں۔

ناصرات الاحمدیہ۔ تعداد ممبرات ۱۱۔ احمدیت کی چھوٹی چھوٹی کتابیں بچیوں کو پڑھائی جاتی ہیں۔

آخر میں میں تمام لجنات کی عہدہ داران کی خدمت میں درخواست کرتی ہوں کہ وہ احمدی بہنوں کی تربیت و اصلاح اور ان میں صحیح اسلامی روح پیدا کرنے کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایک جلسہ سالانہ کے موقعہ پر عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے بھی فرمایا تھا کہ

"اپنی عملی زندگی میں اصلاح کرو اور ہر جگہ لجنہ اماءاللہ قائم کرنے کی کوشش کرو"۔

اب چاہیئے کہ ہم اپنی سستیوں کو ترک کریں اور اپنے اندر بیداری پیدا کر کے جہاں بھی لجنہ قائم ہو سکتی ہے۔ قائم کریں اور جہاں قائم ہیں وہاں تنظیم پیدا کریں۔ خدا تعالیٰ ہمیں صحیح رنگ میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

امید ہے کہ آئندہ لجنات اماءاللہ ہر ماہ باقاعدہ رپورٹ بھجوایا کریں گی۔

(جنرل سیکرٹری لجنہ اماءاللہ مرکزیہ قادیان)

اردو غیر ملکی نہیں۔ بقیہ صفحہ ۱

اور تمام عرب ممالک اور ایران سے اتحاد پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ امر مشکل ہے اس لئے یہی بہتر ہے کہ اردو کو اپنی حالت پر رہنے دیں تاکہ ان ممالک سے اتحاد کا ذریعہ بن سکے۔ ورنہ چند سالوں میں ہی قریب ترین ہمسایہ ملک پاکستان سے زبان کے لحاظ سے بہت ہی اجنبیت پیدا ہو جائے گی۔ جو تجارت وغیرہ کے لحاظ سے بھی چنداں مفید نہیں۔ سو اس بارہ میں صدر صاحب جمہوریہ ہند محترم راجندر پرشاد صاحب کی رائے قابل قدر ہے آپ نے گذشتہ ماہ بمبئی میں فرمایا کہ اگرچہ دستور میں قومی زبان کے لئے دیوناگری رسم الخط کا فیصلہ کیا گیا ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ عام لوگ دیوناگری کے ساتھ اردو رسم خط بھی سیکھیں۔

(بحوالہ الجمعیۃ ۱۲/۱/۵۳)

زبان اردو مقبول ہے اس سے کسی کو انکار نہیں چنانچہ حکومت ہند کے شعبہ نشر و اشاعت معلومات عامہ کی کتاب بابت ۱۹۵۲ء سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں سب سے زیادہ اخبارات و رسائل اردو میں ہی شائع ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد ایک سو ترپن ہے۔ ۱۹۵۲ء میں ۵۷ کمی اور ہندی میں اب سوا سو ہے

علاوہ ازیں اردو رسم الخط کا ایک فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ یہ بہت مختصر ہے۔ اس میں حروف ملنے پر سالم حروف بالعموم نہیں لکھنے پڑتے۔ بلکہ صرف ایک سرا لکھنا پڑتا ہے۔ لیکن دیوناگری میں سالم حروف لکھنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح رومن میں بھی۔ اردو رسم الخط میں جو کتاب جتنے صفحات میں لکھی جائے گی۔ دیوناگری رسم الخط میں وہ اس سے زیادہ صفحات گھیرے گی۔ مثلاً لفظ "مختصر" کو دیوناگری اور رومن میں یوں لکھیں گے "मुख्तसर" "Mukhtasar" یہ فائدہ اس قدر عظیم الشان ہے کہ پڑھنے اور لکھنے میں لاکھوں اور کروڑوں گھنٹے قوم کے بچت میں آتے ہیں۔ اور سالانہ لاکھوں روپے طباعت وغیرہ کے بھی بچت میں آتے ہیں۔ یہ فائدہ صرف اردو یا بالفاظ دیگر عربی رسم الخط ہی میں ہے۔

(ملک صلاح الدین ایم۔ اے قادیان)

ولادت باسعادت

یہ خبر جماعت میں نہایت خوشی سے سُنی جائے گی کہ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۵۳ء بروز جمعۃ المبارک تین بجے صبح مکرم میاں عباس احمد خان صاحب کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا کیا ہے الحمدللہ۔

نومولود جناب (ابا جان) عبداللہ خان صاحب اور حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا پوتا اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا نواسہ ہے ادارہ بدر اس مبارک تقریب پر جماعت کی طرف سے ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو دینی و دنیاوی افضال کا وارث اور اسلام و احمدیت کا درخشندہ گوہر بنائے۔ اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔

مختصر اور ضروری خبریں

کراچی ۲۲ نومبر۔ کافی عرصہ عارضہ قلب میں مبتلا رہنے کے بعد آج کراچی میں جناب سید سلیمان ندوی صاحب رحلت فرما گئے۔ آپ ۵۰ء میں پاکستان چلے گئے تھے۔

نئی دہلی ۲۲ نومبر۔ آج جب ایوانِ عام میں معموں پر پابندی لگانے کا سوال اٹھایا گیا تو وزیر داخلہ ڈاکٹر کاٹجو نے ایوانِ عام مسٹر رادھا رمن کے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ حکومت ہند معموں پر پابندی لگانے کے متعلق اس ایوان میں ایک بل پیش کرنے کا ارادہ کر رہی ہے۔

نئی دہلی ۲۳ نومبر۔ برطانوی گی آنا کے معزول وزیر اعظم ڈاکٹر جگن نے وزیر اعظم نہرو سے ملاقات کی۔ دہلی میں ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد وہ کلکتہ بمبئی اور مدراس کا دورہ کریں گے اور پاکستان دبرا بھی جائیں گے۔ دہلی سے وہ ۳۰ نومبر کو روانہ ہو رہے ہیں۔

لندن ۲۳ نومبر۔ کامن ویلتھ اکانومک کمیٹی کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کو خارجی تجارت میں جنوری سے جون ۵۳ء تک ......۷۹۴ روپے کا خسارہ رہا۔ لنکا کو ......۲۴ روپے کا خسارہ رہا۔ اس کے برعکس پاکستان کو ......۱۸ روپے کا فائدہ رہا۔ مذکورہ بالا کمیٹی ۱۹۲۵ء میں قائم کی گئی تھی اور اس کا پہلا نام امپیریل اکانومک کمیٹی تھا۔

کمیٹی کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان لنکا اور پاکستان کی بیرونی تجارت میں خاصی کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ کمی اون۔ پٹسن اور ربڑ کی قیمتوں کے گھٹ جانے کا نتیجہ ہے۔

الہ آباد ۲۴ نومبر۔ اگرچہ ابھی یہ بات قطعی طور پر معلوم نہیں ہو سکی کہ یوپی کی مالیہ گڑبڑ میں ریلوے کو کس قدر نقصان ہوا ہے۔ تقریباً ایک

کیا کہ وہ ان کی حمایت کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر مصدق نے ایرانی عوام کو ان کے روغنی ذرائع کے نفع سے محروم کر کے ایران کی معیشت کو برباد کر دیا تھا۔ ایرانی تیل کی فروخت بند ہونے سے گذشتہ دو سال ۴ ماہ میں ایران کو چار ارب ریال (۲۴ کروڑ ۴۰ لاکھ پونڈ) کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔ مصدق کی حکومت نے صرف ایک لاکھ بیس

جلسہ سالانہ پر ضرور تشریف لائیں

قادیان میں جماعت احمدیہ کا ۶۲ واں سالانہ جلسہ قریب سے قریب تر آ رہا ہے ۲۶، ۲۷، اور ۲۸ دسمبر اس کی تاریخیں مقرر ہیں۔ اس بابرکت تقریب میں شمولیت کے لئے ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"جلسہ سالانہ پر ضرور تشریف لائیں انشاء اللہ القدیر آپ کے لئے بہت مفید ہوگا اور جو للہ سفر کیا جاتا ہے وہ عند اللہ ایک قسم کی عبادت کے ہوتا ہے۔"

ہندوستانی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
"اپنے مرکز کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرو اور اب کبھی نہ ہونے دو کہ تمہیں قادیان آنے کی فرصت حاصل ہو اور تم اس سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔"

پھر اس سفر کے اغراض و مقاصد بیان فرماتے ہوئے حضور رفرماتے ہیں:-

"آپ لوگوں کا کام ہے کہ سال میں کم سے کم ایک دفعہ قادیان میں آئیں اور یہاں آکر ان امور پر غور کریں جو آپ لوگوں کی بہتری کے لئے ضروری ہیں۔ اور آپ کی ترقی کا موجب ہو سکتے ہیں۔ پس جب آپ لوگ واپس جائیں تو ہر احمدی کے کان میں یہ بات ڈالیں کہ وہ آئندہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان چلنے کی کوشش کریں اور دوران سال میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ زور سے قادیان آتے رہیں جیسے کہ تقسیم سے پہلے آتے تھے۔"

ان روح پرور کلمات کے ساتھ میں ہر مخلص احمدی کو جلسہ سالانہ میں شمولیت کی دعوت دیتا ہوں آپ آئیں اور اُن برکات سے حصہ لیں جو اس بابرکت تقریب کے ساتھ وابستہ ہیں اور اپنی روحانیت میں جلا پیدا کریں جو اس اجتماع کا لازمی نتیجہ ہے۔ اہل وعیال سمیت تشریف لانے والے دوست جلد اطلاع دیں

(ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

درجن ریلوے اسٹیشنوں پر حملہ کیا گیا۔ ریلوے اسٹیشن کی عمارت کی کھڑکیوں کے شیشے بھی توڑے گئے۔ ریلوے کا ریکارڈ بھی تباہ کر دیا گیا ریلوے کے سگنلوں کو بھی خراب کر دیا گیا۔ معلوم ہوا ہے کہ ریلوے کی املاک پر حملہ کا حکومت یوپی نے سخت نوٹس لیا ہے اور ان سب لوگوں کے خلاف فوجداری مقدمات شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جنہوں نے ریلوے سٹیشنوں پر حملوں میں حصہ لیا۔

تہران ۲۳ نومبر۔ وزیر اعظم ایران جنرل زاہدی نے کل تہران ریڈیو سے ایک نشری تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ایرانی تیل کی فروخت جلد از جلد شروع ہو جائے۔ انہوں نے ایرانی عوام کا شکریہ ادا

ہزار ٹن فروخت کیا اور اس کی قیمت بھی وصول نہیں ہو سکی۔ انہوں نے کہا میری حکومت ایرانی تیل کو جلد از جلد فروخت کرنے کی کوشش کرے گی۔ ڈاکٹر مصدق پر انہوں نے یہ بھی الزام لگایا کہ وہ ایران کو کمیونسٹوں کے حوالے کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اب غیر ملکی ایجنٹوں کو گڑبڑ کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔

لندن ۲۲ نومبر۔ ملکہ الزبتھ دوم اپنے شوہر کے ساتھ کل سے دولت مشترکہ کے ممالک کا دورہ شروع کر رہی ہیں۔ جو کم سے کم چھ ماہ تک جاری رہے گا۔ ملکہ کا یہ سفر پچاس ہزار میل کا ہوگا۔ اور وہ ۱۰ رمئی کو لندن واپس آئیں گی۔

سب سے پہلے وہ برموڈا میں سرکاری طور پر قیام کریں گی۔ دوسرے دن وہ جمیکا روانہ ہوں گی اور وہاں سے بحر پیسفک میں واقع جزائر ٹونگا اور فیجی جائیں گی۔ نیوزی لینڈ میں وہ ایک ماہ قیام کریں گی اور تقریباً دو ماہ آسٹریلیا میں رہیں گی۔ تنہا آسٹریلیا میں ان کا سفر دس ہزار میل ہوگا۔ واپسی میں اپریل میں جزیرہ کوکوس کا مختصر دورہ کریں گی۔ لنکا میں وہ تقریباً دس دن قیام کریں گی۔ دو دن عدن ٹھہریں گی۔

قاہرہ ۲۲ نومبر۔ مصری ریلوے کے ذریعہ بھیجا جانے والا غالباً سب سے قیمتی پارسل پیر کو اسکندریہ کے سٹیشن سے قاہرہ کے لئے روانہ کر دیا جائے گا۔

شاہی خاندان کے ارکان کے مکانات سے جو ہیرے جواہرات طلائی زیورات اور دوسرے نوادر ضبط کئے گئے ہیں۔ انہیں قاہرہ بھیجا جا رہا ہے تاکہ انہیں نیشنل بنک کی تجوریوں میں رکھا دیا جائے اس پارسل کی مجموعی قیمت کا اندازہ ۵۰ لاکھ پونڈ ہے اور مصری فوج اس پارسل کی سخت نگرانی کرے گی۔

شاہی خاندان کے ایک فرد کے گھر سے پولو کھیلنے کے چھ گھوڑے۔ ۵ موٹریں جن میں ایک رولس رائس ہے۔ دو موٹر سائیکلیں اور متعدد کبوتر پائے گئے جن کی مجموعی قیمت ۱۲ ہزار پونڈ کے لگ بھگ ہے۔ شاہی خاندان کے ایک اور فرد کے مکان سے چھ موٹریں برآمد ہوئی ہیں اور ان سب پر قبضہ کر لیا گیا۔

نئی دہلی ۲۱ نومبر۔ مدراس کے قریب پیرامبور میں دو کروڑ روپے سے ریل کے ڈبے بنانے کا ایک نیا کارخانہ قائم کیا جائے گا۔ اس کارخانہ میں دو کروڑ روپے کی مشینری لگائی جائے گی۔ یہ کارخانہ ایشیا کا سب سے بڑا کارخانہ ہوگا۔ .... سنہ .... اس کارخانہ میں ہر سال ۳۵۰ کوچیں تیار ہو سکیں گی۔